اخلاق الصالحین

حضرت علامہ مولانا مفتی
محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمہ

ناشر
برکاتی پبلشرز کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پہلی نظر

اس دور پرفتن میں بدامنی و بے چینی کا پورے عالم پر تسلط ہے اور انسان اپنی بدعملیوں کے باعث انتہائی کرب و پریشانی کی گرفت میں آچکا ہے۔ اس مصیبت کی بڑی اور حقیقی وجہ خوفِ خدا کا فقدان اور اتباعِ رسول سے روگردانی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی تو کوئی پیدا نہیں ہوسکتا۔ ہاں اولیائے کرام کا سلسلہ جاری ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت میں ایسے ایسے نفوس قدسیہ پیدا ہوئے جن کا وجود حضور علیہ السلام کے کامل اتباع کی بدولت ہم جیسے بدعملوں کیلئے مشعلِ راہ ہے۔ ان اللہ والوں کے اخلاق اور ان کی سیرت کا پڑھنا' پڑھانا' سننا اور سنانا اور اسے اپنانا مسلمانوں کے دین و دنیا کو سنوارنے کیلئے ایک کامیاب علاج ہے۔ ان اللہ والوں نے اپنی زندگیاں کس رنگ میں گزاریں۔ انکے دن رات کیسے بسر ہوتے رہے' انکا ایک ایک لمحہ کس طرح گزرتا رہا' ان باتوں کا جواب دل کے کانوں سے سنا جائے اور پھر اسے اپنا دستور العمل بنالیا جائے تو یقیناً ہماری جملہ پریشانیاں دُور ہوسکتی ہیں اور رنج و مصائب میں گھری ہوئی دنیا حقیقی مسرتوں اور سچی خوشیوں سے پھر آشنا ہوسکتی ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دو ایسی چیزیں ہیں جن کا خیال رکھنا انسان کیلئے بہرحال ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک سے بھی غفلت برتنا دین و دنیا کے نقصان کا موجب ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل حقوق اللہ اور حقوق العباد ان دونوں ہی سے غفلت برتی جارہی ہے۔ جس کا بھیانک نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ امن و چین عنقا ہے اور بدامنی و بے چینی عام ہے۔ اولیاء کرام علیہم الرحمۃ' حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی میں ہروقت سرگرم رہتے تھے و ران کی مبارک زندگیوں میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں نظر آتا جو ان سے غفلت میں گزرا ہو۔

والدی المعظم فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر بھی قلم اُٹھایا اور ان اللہ والوں کے اخلاق اور ان کے مبارک حالات کو مختصر طور پر جمع فرما کر مسلمانوں کیلئے ایک بہترین روحانی تحفہ تیار فرمادیا ہے۔ میں آج اس روحانی تحفہ کو شائع کر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ اسے بار بار پڑھئے اور پڑھایئے' سنئے اور سنایئے۔ اپنے بچوں کو بھی سمجھایئے اور ان مبارک اخلاق کو اپنایئے۔

خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان اللہ والوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ابوالنور محمد بشیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخلاق الصالحین

اس زمانہ میں جبکہ الحاد و زندقہ دن بدن ترقی پر ہے۔ کفر و بے دینی کا زور ہے۔ سچے مسلمان سلف صالحین کے متبع' خال خال نظر آتے ہیں۔ کور باطنوں نے اسلام کو بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے۔ اپنے اپنے خیال سے اسلام کو کسی نے کچھ سمجھ رکھا ہے' کسی نے کچھ' کوئی تو محض ہمدردی کو اسلام سمجھتا ہے' کوئی بے دینوں سے مل جل کر رہنے میں اتفاق اور اسی کو خلاصہ اسلام سمجھ کر علمائے دین و مشائخ اُمت پر تفرقہ بازی کا الزام لگاتا ہے' کوئی داڑھی منڈانے اور انگریزی ٹوپی پہننے میں اسلام کی ترقی سمجھتا ہے' کوئی مستورات کی بے پردگی میں اپنا عروج جانتا ہے۔ غرض کہ مذہب کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کیلئے ہمہ تن کوشاں ہیں۔

میں نے بحکم الدین النصیحہ اپنے دینی بھائیوں کی ہدایت کیلئے اِرادہ کیا کہ صالحین کا عملدرآمد' ان کا طریقہ' ان کے اخلاق لکھوں تاکہ سچے مسلمان کا طریقہ پیش نظر رہے اور ہم کوشش کریں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان بزرگانِ دین کے بقدم بقدم چلنے کی توفیق دے اور ہماری عادات' ہمارے اخلاق' ہمارا تمدن بعینہ وہ ہو جو ان حضرات کا تھا اور جس شخص کو ہم اس کے برخلاف دیکھیں' وہ کیسا ہی لیکچرار' کیسا ہی لیڈر ہو' اس کی صحبت کو ہم قاتل سمجھیں۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

اتباع قرآن و سنت

سلف صالحین کی یہ عادتِ مبارک تھی کہ وہ ہر امر میں قرآن وسنت کا اتباع کیا کرتے تھے اور اسکے خلاف کو الحاد و زندقہ سمجھتے تھے۔

چنانچہ امام شعرانی علیہ الرحمۃ تنبیہ المغترین میں سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہماری کتاب قرآن شریف سب کتابوں کی سردار و جامع ہے اور ہماری شریعت سب شریعتوں سے واضح اور ادق ہے اور اہل تصوف کا طریق قرآن وسنت کے ساتھ مضبوط کیا گیا ہے۔ جو شخص قرآن وسنت نہ جانتا ہو' نہ ان کے معانی سمجھتا ہو' اس کی اقتداء صحیح نہیں یعنی اسے اپنا پیشوا بنانا جائز نہیں۔

اور آپ اپنے احباب سے فرمایا کرتے تھے، اگر تم کسی آدمی کو ہوا میں چار زانو بیٹھا دیکھو تو اس کی اتباع نہ کرو۔ تاوقتیکہ امر و نہی میں اس کی جانچ نہ کرلو۔ اگر اسے دیکھو کہ وہ امر الٰہی پر کاربند اور نواہی سے پرہیز کرتا ہے' تو اس کو سچا جانو اور اس کی اتباع کرو۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس سے پرہیز رکھو۔

امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا شخص میرے پاس آیا جس کے ساتھ اس کے معتقدین کی ایک جماعت تھی۔ وہ شخص بے علم تھا۔ اس کو فنا و بقا میں کوئی ذوق حاصل نہ تھا۔ میرے پاس چند روز ٹھہرا۔ میں نے اس سے ایک دن پوچھا کہ وضو اور نماز کی شرطیں بتاؤ کیا ہیں؟ کہنے لگا میں نے علم حاصل نہیں کیا۔ میں نے کہا بھائی! قرآن وسنت کے ظاہر پر عبادات کا صحیح کرنا لازم ہے جو شخص واجب اور مستحب' حرام اور مکروہ میں فرق نہیں جانتا' وہ جاہل ہے اور جاہل کی اقتداء نہ ظاہر میں دُرست ہے نہ باطن میں۔ اس نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے شر سے بچا لیا۔

معلوم ہوا جو لوگ تصوف کو قرآن وسنت کے خلاف سمجھتے ہیں' وہ سخت غلطی پر ہیں۔ بلکہ تصوف میں اتباع قرآن وسنت نہایت ضروری امر ہے کیونکہ قوم کی اصطلاح میں صوفی وہی شخص ہے' جو عالم ہو کر اخلاص کیساتھ اپنے علم پر عمل کرے۔ ہاں حضرات مشائخ علیہم الرحمۃ اپنے ارادت مندوں کو مجاہدات و ریاضات کی ہدایت کرتے ہیں' جو عین اتباع شریعت ہے۔ مقتدمین میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جب کسی امر میں ان کو کتب شرعی میں کوئی دلیل نہ ملتی تھی' تو وہ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس جناب میں اپنے دلوں کیساتھ متوجہ ہوتے اور بارگاہِ عالیہ میں پہنچ کر اس مسئلہ کو دریافت کرلیا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرلیا کرتے تھے۔ امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان ذلک خاص باکابر الرجال کہ یہ بات اکابر کیلئے خاص ہے۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہدایت کا طریقہ اختیار کرو' اس پر چلنے والے تھوڑے بھی ہوں تو بھی مضر نہیں اور گمراہی کے رستوں سے بچو' گمراہی پر چلنے والے بہت ہوں تو مفید نہیں۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اگر تم دیکھو کہ ایک شخص یہاں تک اسے کرامات دی گئی ہیں کہ وہ ہوا پر چار زانو بیٹھے تو اس کے دھوکے میں نہ آؤ' یہاں تک کہ دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے امر ونہی وحفظ حدود وادائے شریعت میں کیسا ہے۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سب راستے بند ہیں مگر جو شخص رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور فرمایا کہ جس شخص نے قرآن یاد نہ کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو' اس کی اقتداء اس امر میں نہ کی جائے گی کیونکہ ہمارا علم قرآن وحدیث کے ساتھ مقید ہے۔

ابو سعید خراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو باطن، ظاہر شرع کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ (نزہۃ الناظرین)

سری سقطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، صوفی وہ شخص ہے جس کی معرفت کا نور اس کی پرہیزگار کے نور کو نہ بجھائے یعنی اوامر پر اس کا عمل ہو اور نواہی سے بچتا ہو اور کوئی باطن کی ایسی بات نہ کرے جس کو ظاہر قرآن توڑتا ہو اور کرامات اسے اللہ کی محرمات کی ہتک پر برانگیختہ نہ کریں۔ حاصل یہ کہ وہ شریعت کا سچا وپکا تابعدار ہو۔

ایک شخص جس کی زیارت کیلئے دور دور سے لوگ آتے تھے' وہ بڑا مشہور زاہد تھا۔ اس کی شہرت کی خبر سن کر حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے اپنے بعض احباب کو فرمایا، آؤ ہم اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے۔ جب آپ اس کے پاس گئے اور وہ گھر سے باہر نکلا اور مسجد میں داخل ہوا تو اس نے قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ تو حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اس کا یہ فعل دیکھ کر بغیر ملاقات واپس چلے آئے اور اس کو سلام بھی نہ کیا اور فرمایا کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب کا بھی امین نہیں' تو ولایت جس کا یہ دعویٰ کرتا ہے اس کا امین کیسے ہوسکتا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرات مشائخ کرام رحمہم اللہ کس قدر شریعت کے پابند تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، **لا یصلی لکم** کہ یہ تمہاری جماعت نہ کرائے۔ اس نے پھر جماعت کرانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو منع کیا اور اس کو خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں یہ واقعہ پیش ہوا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (میں نے منع کیا ہے) **انک قد اذیت اللّٰہ و رسولہ** کہ تو نے (قبلہ کی طرف تھوک کر) اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی۔ (ابوداؤد)

یہاں سے معلوم کر لینا چاہئے کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبلہ شریف کی بے ادبی کرنے کے سبب منع فرمایا کہ یہ شخص نماز نہ پڑھائے۔ جو شخص سر سے پاؤں تک بے ادب ہو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں گستاخ ہو' ائمہ دین کی بے ادبی کرتا ہو' حضرات مشائخ پر طرح طرح کے تمسخر کرے' کیا ایسا شخص امام بننے کا شرعاً حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میرے دل میں کوئی نکتہ نکتوں میں سے واقع ہوتا ہے تو میں قبول نہیں کرتا جب تک قرآن وحدیث دو شاہد اس کے مثبت نہ ہوں۔

ذوالنورین مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامات میں سے ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق وافعال اور امر وسنن میں ان کی متابعت کی جائے۔

بشر حافی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عالم رویا میں زیارت کی۔ آپ نے فرمایا، اے بشر! (ترجمہ) کہ تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ہم عصروں پر تجھے کیوں رفعت دی؟ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نہیں جانا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، (ترجمہ) میری سنت کے اتباع کے سبب اور صالحین کی خدمت اور برادران اسلام کو نصیحت کرنے کے سبب اور میرے اصحاب واہل بیت کی محبت کے سبب اللہ تعالیٰ نے تجھے پاک لوگوں کے مرتبہ میں پہنچایا۔

اب سوچنا چاہئے کہ یہ لوگ علماء طریقت ومشائخ وملت وکبرائے حقیقت ہیں اور یہ سب کے سب شریعتِ محمدی کی تعظیم کرتے ہیں اور اپنے باطنی علوم کو ملت حنفیہ وسیرت احمدیہ کے تابع رکھنا لازم سمجھتے ہیں تو اب وہ جہلاء قوم جو شریعت کی بالکل پابندی نہیں کرتے' نماز، روزہ پر تمسخر اُڑاتے ہیں، داڑھیاں چٹ کرا کے رات دن بھنگ اور چرس پیتے ہیں اور اپنے آپ کو خدا رسیدہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شرع کی اور فقیر کی قدیم سے مخالفت چلی آئی ہے اور کہتے ہیں کہ ظاہری علم کے ترک سے وصول الی اللہ حاصل ہوتا ہے وغیرہ ذلك من الخرافات۔ ہرگز ہرگز درجہ ولایت کو نہیں پہنچ سکتے۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز لازم ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ نے ایسے لوگوں کے حق میں فرماتے ہے

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہر دستے نبائد داد ست

اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ طریق اہل اللہ' مطابق شریعت اور جو لوگ شریعت کے پورے پورے تابعدار ہیں' وہی اللہ کے اولیاء اور مقبول ہیں اور طریقت اسی شریعت کا نام ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اولیاء کرام ومشائخ عظام جو کتاب وسنت کا اتباع کرتے تھے تو بتوسط مجتہد کرتے تھے۔ کوئی ان میں سے جو کہ مجتہد نہ تھا' غیر مقلد نہ ہوا۔ چنانچہ درمختار میں لکھا ہے کہ ابراہیم ادہم، شقیق بلخی، معروف کرخی، بایزید بسطامی، فضیل بن عیاض، داوٗد طائی، ابو حامد خلف بن ایوب، عبداللہ ابن مبارک، وکیع بن الجراح اور ابوبکر وراق وغیرہ رحمہم اللہ علیہم بہت سے اولیاء کرام حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مذہب پر ہوئے۔

اخلاص

سلف صالحین کی عادتِ کریمہ میں اخلاص تھا۔ وہ ہر ایک عمل میں اخلاص کو مدنظر رکھتے تھے اور ریا کا شائبہ بھی ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی عمل بجز اخلاص مقبول نہیں۔ وہ لوگوں میں زاہد، عابد بننے کیلئے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ انہیں اس بات کی کچھ پرواہ نہ ہوتی تھی کہ لوگ انہیں اچھا سمجھیں گے یا برا۔ ان کا مقصود محض رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ ہوتا تھا۔ ساری دنیا ان کی نظروں میں ہیچ تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اخلاص کے ساتھ عمل قلیل بھی کافی ہوتا ہے مگر اخلاص کے سوا رات دن بھی عبادت کرتا رہے تو کسی کام کی نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن بھیجا تو فرمایا اخلص دینک یکفیک العمل القلیل کہ اپنے دین میں اخلاص کر، تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ (حاکم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ناظرین سے مخفی نہیں کہ ایک لڑائی میں ایک کافر پر آپ نے قابو پالیا۔ اس نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ حیران رہ گیا کہ یہ بات کیا ہے؟ بجائے اس کے کہ انہیں غصہ آتا اور مجھے قتل کر دیتے، انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ حیران ہو کر پوچھتا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

گفت من تیغ از پئے حق مے زنم　　　بندہ حقم نہ مامور تنم

شیر حقم غیتم شیر ہوا　　　فعل من بر دین من باشد گواہ

کہ میں نے محض رضائے حق کیلئے تلوار پکڑی ہے، میں خدا کے حکم کا بندہ ہوں، اپنے نفس کے بدلے کیلئے مامور نہیں ہوں، میں خدا کا شیر ہوں، اپنی خواہش کا شیر نہیں ہوں، چونکہ میرے منہ پر تو نے تھوکا ہے اس لئے اب اس لڑائی میں نفس کا دخل ہوگیا اخلاص جاتا رہا، اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے کہ میرا کام اخلاص سے خالی نہ ہو۔

چوں در آمد علتے اندر غزا　　　تیغ را دیدم نہاں کردن سزا

جب اس جنگ میں ایک علت پیدا ہوگئی جو اخلاص کے منافی تھی تو میں نے تلوار کا روکنا ہی مناسب سمجھا۔ وہ کافر، حضرت کا یہ جواب سن کر مسلمان ہوگیا۔ اس پر مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

بس خجت معصیت کاں مرد کرد　　　نے زخارے بردمد اوراق درد

اس کافر نے کیا مبارک گناہ کیا یعنی وہ تھوکنا اس کے حق میں کیا مبارک ہوگیا کہ اسے اسلام نصیب ہوگا۔ اس پر مولانا تمثیل بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح کانٹوں سے گل سرخ کے پتے نکلتے ہیں، اسی طرح اس کے گناہ سے اسے اسلام حاصل ہوگیا۔

وھب بن منبہ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے، جو شخص آخرت کے عمل کے ساتھ دنیا طلب کرے خدا تعالیٰ اس کے دل کو اُلٹا کر دیتا ہے اور اس کا نام دوزخیوں کے دفتر میں لکھ دیتا ہے۔

وھب بن منبہ علیہ الرحمۃ کا قول اس آیت سے ماخوذ ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا، من کان یرید حرث الدنیا نوته منها وماله فی الاخرة من نصیب کہ جو شخص (اپنے اعمال صالح میں) دُنیا چاہے ہم دنیا سے اتنا' جتنا کہ اس کا مقرر ہے دے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کیلئے کوئی حصہ نہیں۔

بعض بزرگانِ دین سے منقول ہے کہ وہ یہاں تک اخلاص کی کوشش کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ جماعت کی صفِ اوّل میں شامل ہوتے۔ ایک دن اتفاقاً آخری صف میں کھڑے ہوئے اور دل میں خیال آیا کہ آج لوگ مجھے آخری صف میں دیکھ کر کیا کہیں گے اس خیال کے سبب لوگوں سے شرمندہ ہو گئے یعنی یہ خیال آیا کہ پچھلی صف میں لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ آج اس کو کیا ہو گیا ہے کہ پہلی صف میں نہیں مل سکا۔ اس خیال کے آتے ہی یہ سمجھا کہ میں نے جتنی نمازیں پہلی صف میں پڑھی ہیں' اس میں لوگوں کیلئے نمائش مقصود تھی تو تیس سال کی نمازیں قضا کیں۔

معروف کرخی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے اخلصی تتخلص اے نفس! اخلاص کرتا کہ تو خلاصی پائے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا المخلص من یکتم حسناته کما یکتم سیاته مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو بھی ایسے ہی چھپائے جیسے کہ اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے فرمایا، اے میرے بیٹے! علم پر اگر عمل کی نیت ہو تو پڑھو' ورنہ وہ علم قیامت کے دن تجھ پر وَبال ہوگا۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے، اے نفس! تو باتیں تو ایسی کرتا ہے جیسے بڑا ہی کوئی صالح' عابد' زاہد ہے لیکن تیرے کام رِیاکار' فاسقوں' منافقوں کے ہیں۔ خدا کی قسم ا مخلص لوگوں کی یہ صفات نہیں کہ ان میں باتیں ہوں اور عمل نہ ہو۔ خیال فرمایئے! امام حسن بصری علیہ الرحمۃ وہ شخص ہیں جنہوں نے اُمّ المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقہ خلافت پہنا' سلسلہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ کے شیخ ہوئے۔ مگر نفس کو ہمیشہ ایسا ہی جھڑکا کرتے تھے کہ اس میں رِیا نہ پیدا ہو۔ ایک ہم بھی ہیں بدنام کنندہ نکونامے چند کہ ہم اپنی رِیاکاریوں کو عین اخلاص سمجھے ہیں۔

ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ آدمی مخلص کس وقت ہوتا ہے؟ فرمایا، جب عبادتِ الٰہی میں خوب کوشش کرے اور اس کی خواہش یہ ہو کہ لوگ میری عزت نہ کریں' جو عزت کہ لوگوں کے دِلوں میں ہے وہ بھی جاتی رہے۔

یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ انسان کب مخلص ہوتا ہے؟ فرمایا، جب شیر خوار بچہ کی طرح اس کی عادت ہو شیر خوار بچہ کی کوئی تعریف کرے تو اسے خوشی نہیں ہوتی اور مذمت کرے تو اسے بری نہیں معلوم ہوتی۔ جس طرح وہ اپنی مداح اور ذم سے بے پرواہ ہوتا ہے' اسی طرح انسان جب مدح وذم کی پرواہ نہ کرے تو مخلص کہا جا سکتا ہے۔

ابو السائب علیہ الرحمۃ یہاں تک اخلاص کا خیال رکھتے تھے کہ اگر قرآن یا حدیث کے سننے سے ان کو رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں میں پانی بھر آتا تو آپ فوراً اس رونے کو تبسم کی طرف پھیر دیتے یعنی ہنس پڑتے اور ڈرتے کہ رونے میں ریا نہ ہو جائے۔ آج ہم خواہ مخواہ وعظ میں' تقریر میں رونی صورت بناتے ہیں کہ لوگ سمجھیں کہ یہ حضرت بڑے نرم دل اور خدا خوف ہیں۔

ابو عبداللہ انطاکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ریاکار کو حکم ہوگا کہ جس شخص کے دکھانے کیلئے تو نے عمل کیا' اس کا اجر اسی سے مانگ۔

حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجالس میں اپنے نفس کی مذمت کرے تو اس نے گویا مدح کی اور یہ ریا کی علامت سے ہے یہاں سے ان واعظوں اور لیکچراروں کو عبرت حاصل کرنا چاہئے جو اسٹیج پر کھڑے ہوتے اپنی مذمت کرتے ہیں کہ ان حضرات کے سامنے کیا جرأت رکھتا ہوں کہ بولوں' میں ان کے سامنے ہیچ ہوں' یہ ہوں' یہ مذمت نہیں بلکہ حقیقت میں اپنی تعریف کرنا ہے بزرگانِ دین اس کو بھی ریا پر محمول فرماتے تھے۔

ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کسی بھائی کو اس کے نفلی روزوں کے متعلق نہ پوچھو کہ تیرا روزہ ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر اس نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں تو اس کا دل خوش ہوگا اور وہ خیال کریگا کہ میری عبادت کا اس کو پتا لگ گیا ہے اگر وہ بولا کہ میرا روزہ نہیں تو وہ غمناک ہوگا اور اسے شرم آئے گی کہ میرا روزہ نہیں اور اس شخص کو میری نسبت جو حسن ظن ہے جاتا رہے گا۔ یہ خوشی اور غمی دونوں ہی علاماتِ ریا سے ہیں اور اس میں اس مسئول کو فضیحت ہے کہ صرف تمہارے پوچھنے کے سبب وہ ریا میں مبتلا ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کعبہ کا طواف کرتا ہے اور وہ خراسان کے لوگوں کیلئے ریا کرتا ہے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ طواف کرنے والا اس بات کی محبت رکھتا ہے کہ اہل خراسان مجھے دیکھیں اور یہ خیال کریں کہ یہ شخص مکہ شریف کا مجاور ہے اور ہر وقت طواف وسعی میں رہتا ہے' بڑا اچھا ہے۔ جب اس نے یہ خیال کیا تو اس طواف میں اخلاص جاتا رہا۔

فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگوں کو پایا کہ وہ عملوں میں ریا کرتے تھے اور یعنی عمل کرتے تھے اور اس میں ریا ہوتا تھا۔ لیکن آج ایسی حالت ہوگئی ہے کہ لوگ ریا کرتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے یعنی کرتے کچھ نہیں محض ریا ہی ریا ہے۔

حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے، جو شخص اس امر کی محبت رکھے گا کہ لوگ میرا ذکر خیر کریں' اس نے نہ اخلاص کیا نہ تقویٰ۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نیت صالحہ بکثرت کیا کرو کہ نیت صالحہ میں ریا کی گنجائش نہیں۔

ابوداؤد طیاسی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ عالم کو لازم ہے کہ جب کوئی کتاب لکھے اس کی نیت میں دین کی نصرت کا اِرادہ ہو یہ ارادہ نہ ہو کہ عمدہ تالیف کے سبب لوگ مجھے اچھا سمجھیں۔ اگر یہ ارادہ کرے گا تو اخلاص جاتا رہے گا۔

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ریاکاری کی تین علامتیں ہیں جب اکیلا ہو تو عبادت میں سستی کرے اور نوافل بیٹھ کر پڑھے اور جب لوگوں میں ہو تو سستی نہ کرے بلکہ عمل زیادہ کرے اور جب لوگ اس کی مدح کریں تو عبادت زیادہ کرے اگر لوگ مذمت کریں تو چھوڑ دے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو عمل میں نے بظاہر کر دیا ہے' میں اس کو شمار میں نہیں لاتا یعنی اس کو کالعدم سمجھتا ہوں کیونکہ لوگوں کے سامنے اخلاص حاصل ہونا مشکل ہے۔

ابراہیم تیمی علیہ الرحمۃ ایسا لباس پہنتے تھے کہ ان کے احباب کے سوا کوئی ان کو پہچان نہیں سکتا تھا کہ یہ عالم ہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو ایسا چھپائے جیسے برائیوں کو چھپاتا ہے۔

امام حسن بصری علیہ الرحمۃ نے طاؤس علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ وہ حرم شریف میں ایک بہت بڑے حلقہ درس میں حدیث کا املاء فرما رہے تھے حسن بصری علیہ الرحمۃ نے قریب ہو کر ان کے کان میں کہا کہ اگر تیرا نفس تجھے عجب میں ڈالے یعنی اگر نفس کو یہ بات پسندیدہ معلوم ہوتی ہے تو تُو اس مجلس سے اُٹھ کھڑا ہو۔ اسی وقت طاؤس علیہ الرحمۃ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ' حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ کے حلقہ میں تشریف لے گئے تو آپ کے حلقہ درس کو دیکھ کر فرمانے لگے اگر یہ حلقہ کسی صحابی کا ہوتا تو اپنے نفس پر عجب سے بے خوف نہ ہوتا۔ سفیان ثوری جب حدیث کی املاء کیلئے اکیلے بیٹھتے تو نہایت خائف اور مرعوب بیٹھتے اگر انکے اوپر سے بادل گزرتا تو خاموش ہو جاتے اور فرماتے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اس بادل میں پتھر نہ ہوں جو ہم پر برسائے جائیں۔ ایک شخص حضرت اعمش علیہ الرحمۃ کے حلقہ میں ہنسا' تو آپ نے اس کو جھڑکا اور اُٹھا دیا اور فرمایا کہ تو علم طلب کرتا ہوا ہنستا ہے۔ جس علم کے طلب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھے مکلّف فرمایا پھر آپ نے دو ماہ تک اس کے ساتھ کلام نہ کیا۔

سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو کہا گیا کہ آپ کیوں ہمارے ساتھ بیٹھ کر حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ فرمایا، خدا کی قسم! میں تم کو اس بات کا اہل نہیں سمجھتا کہ تمہیں حدیثیں بیان کروں اور اپنے نفس کو بھی اہل نہیں سمجھتا کہ تم میرے جیسے شخص سے حدیثیں سنو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرآن کی تفسیر بیان کرنے سے فارغ ہوتے تو فرمایا کرتے کہ اس مجلس کو استغفار کے ساتھ ختم کرو یعنی مجلس کے ختم پر بہت استغفار کرتے۔

فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کے واسطے عمل کرنا ریا ہے اور لوگوں کیلئے عمل چھوڑ دینا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ نہ لوگوں کے دکھانے کیلئے عمل کرے' نہ لوگوں کے ہونے کے سبب چھوڑے۔

امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ترک عمل برائے مردمان یہ ہے کہ جہاں لوگ تعریف کرنے والے ہوں وہاں تو عمل کرے اور جہاں نہ ہوں وہاں چھوڑ دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو فرمایا کرتے تھے، جب تم روزہ رکھو تو سر اور داڑھی کو تیل لگاؤ اور اپنی حالت ایسی رکھو کہ کوئی معلوم نہ کر سکے کہ یہ روزہ دار ہیں۔

عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کوئی شخص اس شخص سے زیادہ بے عقل نہیں دیکھا جو اپنے نفس کی برائی کو جانتا ہے پھر وہ چاہتا ہے کہ لوگ مجھے عالم و صالح سمجھیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کانٹے بوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس میں کھجوروں کا پھل لگے۔

ابو عمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سجدہ میں رو رہا ہے۔ فرمایا، یہ اچھا کام ہے اگر گھر میں ہوتا' جہاں لوگ نہ دیکھتے۔

حکایت

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **احیاء العلوم** میں نقل کرتے ہیں کہ ایک عابد کو جو کہ عرصہ دراز سے عبادتِ الٰہی میں مشغول تھا۔ لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کی پرستش کرتی ہے۔ عابد سن کر غضب میں آیا اور اس درخت کے کاٹنے پر تیار ہو گیا۔ اس کو ابلیس ایک شیخ کی صورت میں ملا اور پوچھا کہ کہاں جاتا ہے؟ عابد نے کہا کہ میں اس درخت کے کاٹنے کو جاتا ہوں جس کی لوگ پرستش کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ تو فقیر آدمی ہے' تمہیں ایسی کیا ضرورت پیش آئی کہ تم نے اپنی عبادت اور ذکر فکر کو چھوڑ کر اور اس کام میں لگ پڑا۔ عابد بولا کہ یہ بھی میری عبادت ہے۔ ابلیس نے کہا کہ میں تجھے ہرگز درخت کاٹنے نہیں دوں گا۔ اس پر دونوں میں لڑائی ہوگئی۔ عابد نے شیطان کو نیچے ڈال لیا اور سینہ پر بیٹھ گیا۔ ابلیس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے' میں تیرے ساتھ ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ہٹ گیا تو شیطان نے کہا، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس درخت کا کاٹنا فرض نہیں کیا اور تو خود اس کی پوجا نہیں کرتا پھر تجھے کیا ضرورت ہے کہ اس میں دخل دیتا ہے' کیا تو نبی ہے یا تجھے خدا نے حکم دیا ہے۔ اگر خدا کو اس درخت کا کاٹنا منظور ہے تو کسی اپنے نبی کو حکم بھیج کر کٹوا دے گا۔ عابد نے کہا، میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر ان دونوں میں جنگ شروع ہوگئی' عابد اس پر غالب آ گیا' اس کو گرا کر اس کے سینہ پر بیٹھ گیا۔ ابلیس عاجز آ گیا اور اس نے ایک اور تدبیر سوچی اور کہا کہ میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو میرے اور تیرے درمیان فیصلہ کرنے والی ہو اور وہ تیرے لئے بہت بہتر اور نافع ہے۔ عابد نے کہا، وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے تو میں تجھے بتاؤں۔ اس نے چھوڑ دیا' تو ابلیس نے بتایا کہ تُو ایک فقیر آدمی ہے' تیرے پاس کوئی شئے نہیں' لوگ تیرے نان ونفقہ کا خیال رکھتے ہیں' کیا تو نہیں چاہتا کہ تیرے پاس مال ہو اور تو اس سے اپنے خویش واقارب کی خبر رکھے اور خود بھی لوگوں سے بے پرواہ ہو کر زندگی بسر کرے۔ اس نے کہا، ہاں یہ بات تو دل چاہتا ہے۔ تو ابلیس نے کہا کہ اس درخت کے کاٹنے سے باز آ جا' میں ہر روز ہر رات کو تیرے سر کے پاس دو دِینار رکھ دیا کروں گا۔ سویرے اُٹھ کر لے لیا کرنا۔ اپنے نفس پر' اپنے اہل وعیال پر و دیگر اقارب وہمسایہ پر خرچ کیا کرنا' تیرے لئے یہ کام بہت مفید اور مسلمانوں کیلئے بہت نافع ہوگا۔ اگر یہ درخت تو کاٹے گا اسکی جگہ اور درخت لگا دینگے۔ تو اس میں کیا فائدہ ہوگا۔ عابد نے تھوڑا فکر کیا اور کہا کہ شیخ (ابلیس) نے سچ کہا۔ میں کوئی نبی نہیں ہوں کہ اس کا قطع مجھ پر لازم ہوُ اور نہ مجھے حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسکے کاٹنے کا امر فرمایا ہے کہ میں نہ کاٹنے سے گنہگار ہونگا اور جس بات کا اس شیخ نے ذکر کیا ہے وہ بے شک مفید ہے۔ یہ سوچ کر عابد نے منظور کر لیا

اور پورا عہد کر کے واپس آ گیا۔ رات کو سویا، صبح اُٹھا تو دو دینار اپنے سرہانے پا کر بہت خوش ہوا۔ اسی طرح دوسرے دن بھی دو دینار مل گئے پھر تیسرے دن کچھ نہ ملا، تو عابد کو غصہ آیا اور پھر درخت کاٹنے کے ارادے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ابلیس اسی صورت میں سامنے آ گیا اور کہنے لگا کہ اب کہاں کا ارادہ ہے؟ عابد نے کہا کہ درخت کاٹوں گا۔ اس نے کہا کہ میں ہرگز نہیں جانے دوں گا۔ اسی تکرار میں ان دونوں میں کشتی ہوئی، ابلیس نے عابد کو گرا لیا اور سینہ پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اگر اس ارادہ سے باز آ جائے تو بہتر ورنہ تجھے ذبح کر ڈالوں گا۔ عابد نے معلوم کیا کہ مجھے اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں کہنے لگا کہ اس کی وجہ بتاؤ کہ کل تو میں نے تم کو پچھاڑ لیا تھا، آج تو غالب آ گیا ہے، کیا وجہ ہے؟ شیطان بولا کہ کل تو خالص خدا کیلئے درخت کاٹنے نکلا تھا، تیری نیت میں اخلاص تھا لیکن آج تجھے دو دیناروں کے نہ ملنے پر غصہ ہے، آج تیرا ارادہ محض خدا کیلئے نہیں، اس لئے میں آج تجھ پر غالب آ گیا۔

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ شیطان مخلص بندوں پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، الا عبادک منھم المخلصین، تو معلوم ہوا کہ بندہ شیطان سے اخلاص کے سوا بچ نہیں سکتا۔ اخلاص ہو تو ابلیس کی کوئی پیش نہیں جاتی۔

الحب فی اللّٰہ اور والبغض فی اللّٰہ

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں یہ بھی تھا کہ وہ جس شخص سے محبت یا دشمنی رکھتے تھے' محض خدا کیلئے رکھتے تھے' دنیا کی کوئی غرض نہیں ہوتی تھی یعنی کسی دنیا دار کے ساتھ دنیا کیلئے محبت نہیں رکھتے تھے' بلکہ ان کا مقصود رضائے حق سبحانہ ہوتا تھا۔ اگر دنیا دار باوجود مالدار ہونے کے دین دار بھی ہوتو بوجہ دین داری کے اس سے محبت رکھتے تھے۔ اگر بے دین ہوتو اسے ہدایت کرتے تھے اور یہی کمال ایمان ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے، جس شخص نے کسی کے ساتھ محبت کی تو محض خدا کیلئے کی۔ اگر بغض رکھا تو خدا کیلئے۔ اگر کسی کو کچھ دیا تو خدا کیلئے۔ اگر نہ دیا تو خدا کیلئے۔ اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ کیا تو نے میرے لئے بھی کوئی کام کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ ہاں' میں نے تیرے لئے نمازیں پڑھیں' روزے رکھے' خیرات دی اور بھی کچھ اعمال کئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ اعمال تو تیرے لئے ہیں۔ کیا تو نے میرے دوست کے ساتھ میرے لئے محبت کی اور میرے دشمن کے ساتھ میرے لئے دشمنی کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کیلئے محبت' اللہ کیلئے بغض یہ افضل اعمال میں سے ہیں۔ حسن بصری علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ فاسق کے ساتھ قطع کرنا اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ فاسق کے پاس تعزیت یا ماتم پرسی کیلئے جانا دُرست ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ درست نہیں ہے۔ حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ، جو شخص دعویٰ کرے کہ میں فلاں شخص کو خدا کیلئے دوست رکھتا ہوں اور وہ شخص جب نافرمانی کرے اور وہ اسے برا نہ سمجھے تو اس نے محبت کے دعویٰ میں جھوٹ کہا کہ خدا کیلئے ہے اس کی محبت خدا کیلئے نہیں اگر خدا کیلئے ہوتی تو اس نے نافرمانی کی تھی' اسے اس نافرمانی کے سبب برا سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کو بے دینوں سے ایسی نفرت تھی۔

حضرت مالک بن دِینار علیہ الرحمۃ' کتا جب آپ کے سامنے آکر بیٹھ جاتا تو نہ ہٹاتے اور فرماتے کہ برے ساتھی سے کتا اچھا ہے۔

احمد بن حرب فرماتے ہیں کہ نیکوں سے محبت اوران کے پاس بیٹھنا ان کی صحبت میں رہنا ان کے افعال واقوال دیکھ کر عمل کرنا انسانی قلب کیلئے اس سے زیادہ کوئی بات نافع نہیں اور بروں کی صحبت میں رہنا فاسقوں سے خلط ملط رکھنا' ان کے برے کام دیکھ کر برا نہ جاننا اس سے زیادہ قلب کیلئے کوئی شئے ضرر رساں نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو اوران سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اوران کو برا سمجھنے سے اللہ کی رضا حاصل کرو۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے نبی اللہ (علیہ السلام)! پھر ہم کس کے پاس بیٹھیں؟ فرمایا، ان لوگوں کے پاس بیٹھو جن کا دیکھنا تمہیں اللہ کو یاد کراوے اور جن کا کلام تمہارے اعمال میں زیادتی کا باعث ہو اوران کے اعمال تمہیں آخرت کی طرف رغبت دیں۔

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت **لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر** کی تفسیر میں آیا ہے کہ جس نے اپنا ایمان صحیح کیا اور توحید خالص کی وہ بدعتی کے ساتھ نہ بیٹھے نہ اسکے ساتھ کھائے بلکہ اپنی طرف سے اسکے حق میں دشمنی اور بغض ظاہر کرے جس نے بدعتی کیساتھ مداہنت کی' اللہ تعالیٰ نے اس سے یقین کی لذت چھین لی اور جس نے بدعتی کو تلاش عزت یا تونگری کیلئے مقبول رکھا' اللہ تعالیٰ اس کو عزت میں خوار کریگا اور اس تونگری میں مفلس کردے گا۔ ثوری فرماتے ہیں، جس نے بدعتی کی بات سنی اللہ تعالیٰ اس کو اس بات سے فائدہ نہیں دیتا اور جو بدعتی سے مصافحہ کرتا ہے وہ اسلام کا زور توڑ دیتا ہے۔ حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جو بدعتی کو دوست رکھے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ضبط کردیتا ہے اور اس کے دل سے اسلام کا نور نکل جاتا ہے۔ جو شخص بدعتی کے ساتھ بیٹھتا ہے اس سے بھی بچنا لازم ہے۔ انہی سے روایت ہے کہ اگر کسی راستے میں بدعتی آتا ہو' تو دوسرا راستہ اختیار کرو۔ حضرت فضیل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، جو شخص بدعتی سے ملنے گیا' اس کے دل سے نورِ ایمان جاتا رہا۔ (مجالس الابرار)

نوٹ...... جاننا چاہئے کہ اس زمانہ میں مقلدین کے سوا جتنے فرقے ہیں سب بدعتی ہیں جن کی مجالست ومخالطت ممنوع ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تینوں صحابیوں سے بول چال بند کردی جو ایک جنگ کے پیچھے رہ گئے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان مخالفان شریعت سے قطع تعلق کرلیا کرتے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کے حق میں فرمایا، **لا یصلی لکم** یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے جس نے قبلہ شریف کی طرف منہ کرکے تھوکا تھا۔ آج اگر ہم کسی بے ادب فرقہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے منع کریں تو لوگ ہمیں تفرقہ انداز کہتے ہیں حالانکہ یہ تفرقہ نہیں' عین اتباع ہے۔ مسلم کی روایت میں حضور علیہ السلام نے **فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتونکم** فرمایا کہ تم ان سے بچو اور ان کو اپنے سے الگ رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔ دیکھو' سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی تاکید کے ساتھ بے دینوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ تو کیا یہ لوگ (لیڈران قوم)' معاذ اللہ' معاذ اللہ' رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی تفرقہ اندازی کا اتہام لگائیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس شخص میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں فرماتے تو ایسے بے دینوں کو دل سے بھی برا نہ جانے۔ (مسلم) واللہ اعلم

ایثار علی النفس

بزرگانِ دین کے اخلاق میں اِیثار بھی ہے۔ وہ اپنے نفس پر غیروں کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اگر چہ ان کو خود تکلیف ہو مگر وہ دوسروں کو راحت پہنچانے کی سعی کیا کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک انصاری ایک مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔ اس کے گھر میں صرف ایک آدمی کا کھانا تھا۔ اس نے وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا اور اپنی بیوی کو اشارہ کیا کہ وہ چراغ بجھا دے' اس نے بجھا دیا۔ مہمان کے ساتھ وہ انصاری بھی بیٹھے گئے اور منہ کے ساتھ چپ چپ کرتے رہے۔ جس سے مہمان نے سمجھا کہ آپ بھی کھا رہے ہیں۔ وہ سب کھانا مہمان کو کھلا دیا۔ خود بمعہ بیوی اور عیال کے بھوکے سو رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاص -

اسی طرح ایک بکری کا سر ایک صحابی کے پاس صدقہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں صحابہ مجھ سے زیادہ غریب ہے' اس کو دے دو۔ چنانچہ اس کے پاس لے گئے۔ اس نے دوسرے کے پاس بھیج دی۔ اس دوسرے نے آگے تیسرے کے پاس' یہاں تک کہ پھرتے پھرتے پھر پہلے کے پاس آ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تو یہاں تک اِیثار تھا کہ انہوں نے اپنے مہاجرین کو اپنی سب جائیداد نصف نصف تقسیم کر دی بلکہ جس کے پاس دو بیویاں تھیں' انہوں نے ایک کو طلاق دے کر اپنے بھائی مہاجر کے نکاح میں دے دی۔ اللہ اکبر! یہ اخوت و ہمدردی جس کی نظیر آج دنیا میں نظر نہیں آتی۔

جنگ یرموک میں ایک زخمی نے پانی مانگا۔ ایک شخص پلانے کو آگے ہوا' تو ایک دوسرے زخمی کی آوز آئی کہ ہائے پانی! زخمی نے کہا کہ اس بھائی کو پہلے پانی پلا دو۔ وہ شخص آگے لے کر گیا تو ایک اور نے آواز دی کہ پانی! اس نے بھی کہا کہ اس کو پہلے پانی پلاؤ۔ پھر آگے گیا تو ایک اور آواز آئی۔ اس نے کہا کہ اس کو پانی پلاؤ۔ جب وہ اس کے پہنچا تو وہ شہید ہو گیا تھا۔ پھر دوسرے کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو گیا' اسی طرح سب کے سب شہید ہو گئے مگر کسی نے پانی نہ پیا۔ اپنی جان کی پرواہ نہ کی سب نے دوسرے بھائی کیلئے ایثار کیا۔

اسی طرح چند درویش جاسوسی کی تہمت میں پکڑے گئے۔ سرکاری حکم ہوا کہ ان کو قتل کیا جائے۔ جب قتل کرنے لگے' تو ہر ایک نے یہی تقاضا کیا کہ پہلے مجھے قتل کیا جائے تا کہ ایک دو دم زندگی کے دوسرا بھائی حاصل کرے اور میں اس سے پہلے مارا جاؤں۔ بادشاہ نے یہ ایثار دیکھا۔ سب کو رہا کر دیا۔ و یطعمون الطعام علی حبه مسکینا وریتیما واسیرا کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صاحبزادان کا تین دن روزہ رکھنا اور بوقتِ افطار مسکین کا سوال کرنا' دوسرے روز کسی یتیم کا سوال کرنا' تیسرے روز کسی قیدی کا اور آپ کا اپنی بھوک کا اور اپنے عیال کی بھوک کی پرواہ نہ کرنا اور سائلین کو دے دینا اعلیٰ درجہ کا ایثار ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے۔

ترک نفاق

سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں ترک نفاق بھی تھا۔ ان کا ظاہر و باطن عمل خیر میں مساوی ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے کوئی ایسا عمل نہیں کرتا تھا جس کے سبب آخرت میں فضیحت ہو۔ حضرت خضر علیہ السلام عمرو بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ مشرفہ میں جمع ہوئے۔ عمرو بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرما دیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر! اس بات سے بچنا کہ تو ظاہر میں تو خدا کا دوست ہو اور باطن میں اس کا دشمن' کیونکہ جس کا ظاہر اور باطن مساوی نہ ہو تو منافق ہوتا ہے اور منافقوں کا مقام درک اسفل ہے۔ یہ سن کر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں تک روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ مہاب بن ابی صفرہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایسے شخص کو بنظر کراہت دیکھتا ہوں جس کی زبان کو اس کے فعل پر فضیلت ہو یعنی اس کے اقوال تو اچھے ہوں لیکن افعال اچھے نہ ہوں۔

عبدالواحد بن یزید علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ امام حسن بصری علیہ الرحمۃ جس مرتبہ کو پہنچے' اس لئے پہنچے ہیں کہ جس شے کا آپ نے کسی کو حکم دیا ہے' سب سے پہلے آپ نے اس پر عمل کیا ہے اور جس شے سے کسی کو منع کیا ہے' سب سے پہلے خود اس سے دُور رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے کوئی آدمی حسن بصری علیہ الرحمۃ سے زیادہ اس امر میں نہیں دیکھا کہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ مشابہ ہو۔ معاویہ بن قرہ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے، آنکھوں کے رونے سے دل کا رونا بہتر ہے۔ مروان بن محمد کہتے ہیں کہ جس آدمی کی لوگوں نے تعریف کی' میں نے اس کو ان کی تعریف سے کم پایا مگر وکیع علیہ الرحمۃ کو کہ اس کو میں نے لوگوں کی تعریف سے زیادہ پایا۔ عتبہ بن عامر کہتے ہیں کہ جب کسی بندہ کا ظاہر اور باطن یکساں ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو فرماتا ہے، یہ میرا بندہ حقیقی ہے۔ ابوعبداللہ انطاکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، باطنی گناہوں کو ترک کرنا افضل اعمال ہے۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ جس نے باطنی گناہوں کو ترک کیا' وہ ظاہر گناہوں کو زیادہ ترک کرنے والا ہوگا اور فرمایا کہ جس کا باطن اس کے ظاہر سے افضل ہو وہ خدا کا فضل ہے اور جس کا ظاہر و باطن مساوی ہو وہ عدل ہے اور جس کا ظاہر اس کے باطن سے اچھا ہو' وہ ظلم و جور ہے۔ یوسف بن اسباط علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو کہہ دیجئے کہ وہ اعمال کو میرے لئے پوشیدہ کریں میں ان کے اعمال ظاہر کردوں گا یعنی جو شخص خدا کیلئے پوشیدہ عبادت کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کی عبادت کا چرچا دنیا میں کرے گا اور اہل دنیا میں وہ عابد مشہور ہو جائے گا۔ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک بات سے بچنا کہ تو دن میں تو بندہ صالح بنا رہے اور رات کو شیطان طالع ہو جائے۔ معاویہ بن قرہ فرماتے ہیں، مجھے کوئی ایسا شخص بتایئے جو رات کو روتا ہے اور دن کو ہنستا ہے یعنی ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

ابو عبداللہ سمرقندی علیہ الرحمۃ لوگوں کو فرماتے تھے جب کہ وہ ان کی تعریف کرتے تھے کہ خدا کی قسم! میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ایک لڑکی ہو جس کی بکارت بسببِ بدکاری کے زائل ہوگئی ہو اور اس کے اہل کو معلوم نہ ہو تو زفاف کی رات کو اس کے اہل تو خوش ہونگے اور وہ فضیحت کے خوف سے غمناک ہوگی کہ آج میرے کرتوت ظاہر ہو جائیں گے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ریا کی کثرت ہوگئی ہے' لوگ عبادت کو ظاہر کرتے ہیں اور ان کا باطن حسد' بغض وعداوت' بخل وغیرہ میں مشغول ہے۔ اگر تمہیں ان عابدوں کے ساتھ کوئی حاجت پیش آئے تو کسی ایسے عابد یا عالم کو جو اس کے مثل ہو' سفارش کیلئے نہ لیجانا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ البتہ کسی بڑے دولت مند کو سفارشی لیجائے گا تو تیرا کام ہو جائیگا۔ حاصل یہ کہ ان لوگوں کو دنیاداروں سے محبت ہوگی اور اپنی عبادت نمود و ریا کیلئے ہوں گے' اس لئے دنیاداروں کا کہنا تو مان لیں گے لیکن اپنے سے عابدوں' زاہدوں سے دلی حسد اور بغض ہوگا' اس لئے ان کا کہنا نہیں مانیں گے۔

اللہ اکبر! یہ اس زمانہ کا حال ہے جو زمانہ نبوت سے بہت قریب تھا۔ تو اب یہاں سے قیاس فرمالیجئے کہ آج کل کیا حال ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو دن آتا اس کے بعد کا دن اس سے برابر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ زمانہ کے حوادث سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

حکام کے ظلم پر صبر کرنا

سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حاکموں کے ظلم پر نہایت صبر کرتے تھے اور بڑے استقلال سے ان کی تکالیف کو برداشت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تکالیف ہمارے گناہوں کی بہ نسبت بہت کم ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج ثقفی خدا کی طرف سے ایک آزمائش تھا' جو بندوں پر گناہوں کے موافق آیا۔ سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ جب تجھے ظالم بادشاہ کیساتھ ابتلا واقع ہوجائے اور اسکے سبب سے تیرے دین میں نقصان پیدا ہوجائے تو اس نقصان کا کثرتِ استغفار کے ساتھ تدارک کر اپنے لئے اور اس ظالم بادشاہ کیلئے۔ ہارون رشید نے ایک شخص کو بے جا قید کیا تو اس شخص نے ہارون رشید کی طرف لکھا، اے ہارون! جو دن میری قید اور تنگی کا گزرتا ہے اسی کے مثل تیری عمر اور نعمت کا دن بھی گزر جاتا ہے۔ امر قریب ہے اور اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ جب ہارون نے یہ رُقعہ پڑھا' اسے رِہا کردیا اس پر اور بہت احسان کیا۔

حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمۃ کے پاس لوگ کچھ مال لیکر آئے اور کہا کہ بادشاہ نے یہ مال بھیجا ہے کہ آپ محتاجوں پر تقسیم کردیں۔ آپ نے وہ سب مال واپس کردیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب ظالم سے حساب لے گا کہ یہ مال کیسے حاصل کیا تو وہ کہہ دے گا کہ میں نے ابراہیم کو دیدیا تو میں خواہ مخواہ جوابدہ بن جاؤں گا' اس لئے جس نے یہ مال جمع کیا ہے' وہی تقسیم کرنے کیلئے اولیٰ ہے۔

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ توریت شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں جو میری مخالفت کرے گا اس کیلئے ان کو عذاب بناؤں گا پھر تم بادشاہوں کو برا کہنے میں مشغول نہ ہو بلکہ میری درگاہ میں توبہ کرو۔ میں ان کو تم پر مہربان کردوں گا۔ میں کہتا ہوں حدیث شریف میں بھی یہ مضمون آیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۳۱۵ میں ابوداؤد سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ حق سبحانہ ارشاد فرماتا ہے، (ترجمہ) میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ باشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں' جب لوگ میری تابعداری کریں میں بادشاہوں کے دلوں میں رحمت اور نرمی ڈال دیتا ہوں اور جب میری مخالفت کریں تو ان کے دلوں کو عذاب اور غضب کی طرف پھیر دیتا ہوں پھر وہ ان کو سخت ایذائیں دیتے ہیں۔ تو لوگوں کو چاہئے کہ بادشاہوں کو برا کہنے میں مشغول نہ ہوں بلکہ ذکر اور عاجزی اختیار کریں۔ پھر بادشاہوں کی طرف سے میں کافی ہوجاؤں گا یعنی وہ رعایا کے ساتھ سلوک و محبت سے پیش آئیں گے۔

اس حدیث میں ایسے موقعہ پر جو علاج حق سبحانہ نے فرمایا ہے' افسوس کہ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ اس کا خلاف کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی چیخ و پکار میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حضرات صوفیہ کثرہم اللہ نے اس حدیث پر عمل کیا اور حق سبحانہ کے فرمودہ علاج میں شب و روز مشغول ہیں۔ مسلمانوں کو اصلی معنوں میں مسلمان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہی حضرات صوفیہ لوگوں کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھتے ہیں اور اسی کی ترغیب دیتے ہیں' تضرع و زاری کا سبق پڑھاتے ہیں' کامل مومن بناتے ہیں تا کہ حق سبحانہ تعالیٰ بادشاہوں کے دلوں میں ان کی محبت و رحمت ڈال دے۔ اس حدیث کا یہی مقصود ہے۔ مگر افسوس کہ فی زمانہ لیڈران قوم حضرات صوفیہ صافیہ کے خلاف پروپیگنڈہ پھیلا رہے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں ان کی نسبت بدظنیاں ڈالتے ہیں کہ یہ لوگ خاموش بیٹھے ہیں' میدان میں نہیں نکلتے' حالانکہ یہی لوگ ہیں جو اس مرض کی اصلیت کو معلوم کر کے اس کے علاج میں مشغول ہیں۔ جعلنی اللہ منھم (آمین)

عبدالمطلب بن مروان اپنی رعیت کو فرمایا کرتے تھے، لوگو! تم چاہتے ہو کہ ہم تمہارے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سیرت اختیار کریں لیکن تم اپنی سیرت انکی رعیت کی سیرت و خصلت کی طرح نہیں بناتے تم انکی رعیت کی طرح ہو جاؤ ہم بھی تمہارے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سا معاملہ کریں گے۔

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ کوئی شخص کسی ظالم کا منشی ہو تو کیا جائز ہے؟ فرمایا کہ بہتر ہے کہ ملازمت چھوڑ دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی کہ میں مجرموں کا مددگار ہرگز نہ ہوں گا۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ والیوں اور حاکموں کی طرف سے ان کو عطیات ملیں گے' ان کی قیمت ان کا دین ہوگا یعنی لوگ دین دے کر حکام کے عطیات حاصل کریں گے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جو شخص ظالم کے سامنے ہنسے یا اس کیلئے مجلس میں جگہ فراخ کرے یا اسکا عطیہ لے لے تو اس نے اسلام کی رسی کو توڑ ڈالا اور وہ ظالموں کے مددگاروں میں لکھا جاتا ہے۔ حضرت طاؤس علیہ الرحمۃ اکثر گھر میں بیٹھے رہتے تھے لوگوں نے دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ میں نے اس لئے گھر بیٹھے رہنے کو پسند کیا ہے کہ رعیت خراب ہوگئی ہے' سنت جاتی رہی' بادشاہوں اور امیروں میں ظلم کی عادت ہوگئی ہے' جو شخص اپنی اولاد اور غلام میں اقامت حق میں فرق کرے' وہ ظالم ہے۔ حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، جب امیر دُبلا ہونے کے بعد موٹا ہو جائے تو جان لو کہ اس نے رعیت کی خیانت کی اور اپنے رب کی مخالفت کی۔ ابوالعالیہ علیہ الرحمۃ ایک دن رشید کے پاس آئے فرمایا کہ مظلوم کی دعا سے بچتے رہنا کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا رد نہیں کرتا۔ اگر چہ وہ فاجر ہو۔ ایک روایت میں ہے اگر چہ وہ کافر ہو یعنی مظلوم کوئی بھی ہو اس کی آہ سے بچنا چاہیے۔

قلت ضحک

سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں سے قلتِ ضحک بھی تھا۔ وہ کم ہنستے تھے اور دنیا کی کسی شئے کے ملنے پر خوش نہیں ہوتے تھے ازقسم لباس ہو یا سواری یا کوئی اور۔ وہ ڈرتے تھے کہ ایسا نہ ہو آخرت کی نعمتوں سے کوئی نعمت دنیا میں حاصل ہوگئی ہو۔ ان کی عادت دنیاداروں کی عادت کے برخلاف تھی۔ دنیادار تو دنیا ملنے سے خوش ہوتے ہیں لیکن سلف صالحین دنیا ملنے سے خوش نہیں ہوتے تھے فی الحقیقت جو شخص محبوس ہو وہ کسی شئے سے کیسے خوش ہوسکتا ہے۔ جس طرح قیدی' قید میں مکدر رہتا ہے' اسی طرح اللہ کے مقبول بندے اس دنیا میں غمناک رہتے ہیں۔ ان کو یہی خیال رہتا ہے کہ اس دار دنیا سے جلدی خلاصی ہو اور حق سبحانہ کی بقاء سے شرف حاصل ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں' تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے اور عورتوں کیساتھ فراشوں پر کبھی لذت نہ اُٹھاتے اور جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور خدا تعالیٰ کی جناب میں پناہ چاہتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت ہنسنا اچھا نہیں ہے۔ جہاں تک ہوسکے خدا کے خوف سے رونا لازم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم سب سے زیادہ ہے۔

امام حسن بصری علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہنس رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، اے جوان! کیا تو پل صراط سے گزر چکا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا، کیا تو جانتا ہے کہ تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا پھر یہ ہنسنا کیسا ہے یعنی جب ایسے مشکلات تیرے سامنے ہیں اور تجھے اپنی نجات کا بھی علم نہیں تو پھر کس خوشی پر ہنس رہا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص کسی سے ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو موت کا یقین رکھتا ہے پھر کیسے ہنستا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پوچھا گیا کہ خائفین کون ہیں؟ فرمایا کہ انکے دل خوفِ خدا سے زخمی ہیں' ان کی آنکھیں روتی ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ہم کیسے خوشی کریں جب کہ موت ہمارے پیچھے اور قبر ہمارے سامنے ہے اور قیامت ہمارے وعدہ کی جگہ ہے' جہنم پر سے گزرنا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

حضرت حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان عمدہ جگہ پر مغرور نہ ہو' کیونکہ آدم علیہ السلام جو کہ جنت میں نہایت اعلیٰ اور عمدہ جگہ میں تھے انکو اس جگہ سے باہر تشریف لانا پڑا اور کثرتِ عبادت پر بھی مغرور نہ ہونا چاہئے' کیونکہ ابلیس باوجود کثرتِ عبادت کے ملعون ہوا' اور کثرتِ علم پر بھی مغرور نہ ہونا چاہئے کیونکہ بلعم بن باعورا جو کہ اسم اعظم کا عالم تھا آخر اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور صالحین کی کثرتِ زیارت کرنے پر مغرور نہ ہونا چاہئے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقارب جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بکثرت زیارت کی تھی جو مسلمان نہ ہوئے تو آپ کی زیارت نے ان کو کچھ نفع نہ پہنچایا۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ یہاں تک افسردہ اور غمناک رہا کرتے تھے کہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی کوئی تازہ گناہ کر کے ڈر رہے ہیں۔ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بہت لوگ ہنسنے والے ہیں حالانکہ انکے کفن کا کپڑا دھوبیوں کے یہاں سے دھویا ہوا آچکا ہے۔ ابن مرزوق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے گناہوں کا غم ہے' پھر وہ کھانے میں شہد اور گھی جمع کرتا ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اوزاعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جو آیت **لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا** فرمایا ہے اس میں صغیر سے مراد تبسم اور کبیر سے مراد قہقہہ ہے۔ میں کہتا ہوں تبسم سے وہ تبسم مراد ہے جو ضحک تک پہنچے یعنی ایسا آواز سے ہنسنا جس کو اہل مجلس سن لیں' ورنہ صرف تبسم جس کی آواز نہ ہو' رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ثابت بنانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مومن جب کہ موت سے غافل ہو تو ہنستا ہے یعنی موت یاد ہو تو اس کو ہنسی نہیں آتی۔ عامر بن قیس علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، جو شخص دنیا میں بہت ہنستا ہے وہ قیامت میں بہت روئے گا۔ سعید بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ چالیس سال تک نہ ہنسے یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی۔ اسی طرح غزوان رقاسی علیہ الرحمۃ نہیں ہنستے تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مجلس میں ہر ہنسنے والے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ معاذہ عدویہ علیہ الرحمۃ ایک دن ایسے نوجوان پر گزریں جو کہ ہنس رہے تھے اور ان کا لباس صوف کا تھا یعنی لباس صوفیانہ تھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ لباس تو صالحین کا ہے اور ہنسنا غافلوں کا۔ عون بن ابی زید فرماتے ہیں، میں عطاء سلمی کے پاس پچاس سال رہا' میں نے ان کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

برادرانِ طریقت

ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کیا ہم لوگوں میں سلف الصالحین کی عادات مبارکہ میں سے کوئی عادت پائی جاتی ہے؟ کیا ہمیں غفلت نے تباہ نہیں کیا؟ کیا ہمیں نجات کی چھٹی مل چکی ہے؟ کیا ہم آنے والی گھاٹیوں کو طے کر چکے ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی آخرت سے بے فکر ہیں؟ اس وقت کو غنیمت سمجھو اور اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھ کو بھی توفیق دے۔ (آمین)

کثرتِ خوف

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ اپنے ابتدائی حالات اور انتہائی حال میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے۔ ابتداء میں گناہوں میں اور انتہاء میں اللہ تعالیٰ کی جلالیت اور تعظیم کے خوف سے اور دونوں حالتوں میں حق سبحانہ تعالیٰ سے نادم رہتے تھے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، چار چیزیں ہیں' جب کوئی آدمی اس میں افراط کرے وہ اس کو ہلاک کر دیتی ہے۔ ایک کثرتِ جماع، دوسری کثرتِ شکار، تیسری کثرتِ جوابازی، چوتھی کثرتِ گناہ۔ ابوتراب بخشی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب آدمی گناہ ترک کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی امداد ہر طرف سے اس کی مدد ہوتی ہے۔ ابومحمد مروزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابلیس اس لئے مردود ہوا کہ اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا' نہ اس پر ندامت کی' نہ اپنے نفس کو ملامت کی' نہ توبہ کی طرف مبادرت کی اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید ہوگیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کا اقرار کیا اور اس پر نادم ہوئے اور اپنے نفس پر ملامت کی اور توبہ کی طرف مبادرت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقبول فرمایا۔ حضرت حاتم اصم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، جب تو اللہ کی بے فرمانی کرے تو جلدی تائب ہو کر نادم ہو۔ ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر میں مطیع ہو کر دوزخ میں جاؤں تو اس سے بہتر ہے کہ میں عاصی ہو کر جنت میں جاؤں۔

احمد بن حرب فرمایا کرتے تھے، کیا گناہ گار کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ وہ توبہ کرے' اس کا گناہ تو اس کے دفتر میں لکھا گیا اور وہ کل اپنی قبر میں اس کے سبب مبتلائے سختی ہوگا اور اسی گناہ کے سبب دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ کسی عاقل کو مناسب نہیں کہ اپنے محبوب کو ایذا دے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ فرمایا، اپنے خالق اور مالک کی بے فرمانی کرنے کے سبب انسان اپنے نفس کو ایذا دیتا ہے اور اس کا نفس اس کا محبوب ہے یعنی اپنی جان کو مبتلائے عذاب کرنا عقلمندی نہیں۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے (ترجمہ) اے وہ شخص کہ تو دوزخ کیلئے تیاریاں کر رہا ہے تیرا جسم تو بہت نازک ہے پھر وہ دوزخ میں کیسے برداشت کریگا تو دوپہر کی سخت گرمی میں کھڑے ہو کر اپنے جسم کی آزمائش کر کہ وہ اس میں صبر و تحمل کر سکتا ہے پھر تو زنبوروں کی چھتوں میں ان کے ڈنگوں کی برداشت نہیں کر سکتا تو دوزخ کے بڑے بڑے اژدہا پر کیوں جرأت کرتا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عمل صالح گناہوں کی کمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔اس سے کہ اعمال کی کثرت کے ساتھ گناہوں کی بھی کثرت ہو۔محمد بن واسع علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم گناہوں میں غرق ہو گئے' اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی بدبو سونگھے تو میرے پاس نہ بیٹھ سکے۔حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا ہے' اگر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخشے بھی جائیں تو وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔خدا کی قسم! اگر حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل میں میرا دخل ہوتا اور مجھے جنت اور دوزخ کا اختیار دیا جاتا تو میں دوزخ اختیار کرتا' اس خوف کے سبب کہ جنت میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جاؤں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس نے اس کو یاد کیا اگرچہ اس کی نماز اور روزے اور تلاوت قرآن کم ہو اور جس نے اس کی بے فرمانی کی اس نے اس کو بھلا دیا۔سفیان بن عینیہ علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ ملائکہ بندہ کا ارادہ کس طرح لکھتے ہیں یعنی وہ فرشتے جو نیکی بدی لکھنے پر مامور ہیں۔جب کسی بندہ نے نیکی یا بدی کا ارادہ کیا اور ابھی عمل نہیں کیا تو وہ ارادہ کو کس طرح معلوم کر لیتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ جب بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کستوری کی سی خوشبو نکلتی ہے اور خوشبو سے معلوم کر لیتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بدبو نکلتی ہے تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔میں کہتا ہوں یہاں ارادہ سے عزم مصمم مراد ہے جو عزم مصمم نہ ہو وہ لکھا نہیں جاتا۔

حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جن کے اعمال صالحہ پہاڑوں کے برابر ہیں پھر بھی وہ غراں نہیں تھے لیکن اب تمہارا وہ حال ہے کہ عمل کچھ بھی نہیں اور اس پر غراں ہو۔خدا کی قسم! ہماری باتیں تو زاہدوں کی سی ہیں اور ہمارے کام منافقوں کے کام ہیں۔

حضرت حاتم اصم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، جب تو اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی کرے تو اسی حالت میں صبح کرے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتیں تجھ پر گھیرا ڈالنے والی ہوں تو ڈر جا کہ یہ استدراج ہے یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے تجھے ڈھیل دی گئی ہے' اس پر مغرور نہ ہو اور جلد تائب ہو کہ اللہ تعالیٰ جب پکڑے گا سخت پکڑے گا۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہین مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

حضرت حاتم اصم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، ہم نے ایسے لوگوں کو پایا جو کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کو بڑا خیال کرتے تھے اور تم بڑے بڑے گناہوں کو بالکل چھوٹا خیال کرتے ہو۔ ربیع بن خشیم علیہ الرحمۃ عید کی صبح کو فرمایا کرتے تھے، تیری عزت اور جلالیت کی قسم ہے اگر میں معلوم کروں کہ تیری رضا میرے نفس کے ذبح کرنے میں ہے تو میں آج اپنا نفس تیرے لئے ذبح کر دوں۔

کہمش بن حسن علیہ الرحمۃ چالیس سال روتے رہے' صرف اتنی بات کے خوف سے کہ انہوں نے ایک دن ہمسایہ کی مٹی سے اس کی اجازت کے بغیر ہاتھ دھوئے۔ کہمش فرماتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد! بنی اسرائیل کو کہہ دیجئے کہ تم کو کس طریق سے یہ خبر پہنچی ہے کہ میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے کہ تم نے گناہوں پر ندامت چھوڑ دی ہے۔ مجھے اپنی عزت وجلالیت کی قسم ہے کہ میں ہر گنہگار سے قیامت کے دن اس کے گناہ پر حساب لوں گا۔

امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم دکھائے گا تاکہ گنہگار اپنے گناہوں کو دیکھ کر نادم ہوں پھر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم دیکھے۔ عتبہ غلام' ایک دن ایک مکان پر پہنچ کر کانپنے لگا اور پسینہ پسینہ ہو گئے۔ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس مکان میں مَیں نے بچپن کی حالت میں اللہ کی بے فرمانی کی تھی' آج وہ حالت یاد آ گئی ہے۔

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ حج کیلئے بصرہ سے پیادہ نکلے۔ کسی نے عرض کی کہ آپ سوار کیوں نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ بھاگا ہوا غلام جب اپنے مولا کے دربار میں صلح کیلئے حاضر ہو تو کیا اسے سوار ہو کر آنا چاہئے۔ خدا کی قسم! اگر میں مکہ معظمہ میں انگاروں پر چلتا ہوا آؤں تو بھی کم ہے۔

میرے دینی بھائیو! غور کرو! بزرگانِ دین رحمہم اللہ کو کس قدر خشیتِ الٰہی غالب تھی۔ آپ صاحبان صرف اتنا ضرور خیال کیا کریں کہ وقوع معصیت تو ہم سے یقیناً ہے لیکن وقوع مغفرت مشکوک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کو مشیت پر موقوف رکھا ہے جس کا ہمیں علم نہیں' اس لئے ہمیں رات دن اِستغفار میں مشغول رہنا چاہئے۔

حقوق العباد سے ڈرنا

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حقوق العباد سے بہت ڈرتے تھے خواہ معمولی سی چیز مثلاً خلال سوزن ہی ہو تو اس سے بھی ڈرتے تھے خصوصاً جب کہ اپنے اعمال کو نہایت کم سمجھتے تھے اور ان کے خوف و کرب کی کوئی نہایت نہ ہوتی تھی جب کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے پاس کوئی نیکی نہیں کہ خصم کو اس کے حق کے بدلے قیامت کے دن دے کر راضی کیا جائے۔ بسا اوقات کسی ایک ہی مظلمہ کے عوض میں ظالم کی تمام نیکیاں لے کر بھی مظلوم خوش نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو پوچھا، کیا تم جانتے ہو کہ میری اُمت میں سے قیامت کے دن مفلس کون ہوگا؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جس کے پاس دِرہم و دِینار نہ ہو وہ مفلس ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج لیکر آئے اور اس نے کسی کو گالی دی ہو' کسی کا مال کھایا ہو' کسی کا خون کیا ہو' کسی کو مارا ہو (تو مدعی آجائیں اور عرض کریں کہ پروردگار اس نے مجھے گالی دی اس نے مجھے مارا' اس نے میرا مال کھایا' اس نے میرا خون کیا) تو حق سبحانہ وتعالیٰ اس کی نیکیاں ان مدعیوں کو دے تو اگر نیکیاں ختم ہوجائیں' کوئی نیکی باقی نہ رہے اور مدعی اگر باقی ہوں تو ان کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے پھر اس کو دوزخ کا حکم دیا جائے گا اور وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ یعنی حقیقت میں مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے روز باوجود نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج ہونے کے پھر وہ خالی کا خالی رہ جائے۔

عبداللہ انیس علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ وعم نوالہ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہ کوئی دوزخی دوزخ میں اور کوئی جنتی جنت میں داخل نہ ہو۔ جب تک وہ حقوق العباد کا بدلہ نہ ادا کرے یعنی کسی نے کسی کا حق دبایا ہو' اس کا فیصلہ ہونے تک کوئی دوزخ یا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

وہب بن منبہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نوجوان نے ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کی۔ پھر ستر سال عبادتِ الٰہی میں شب و روز لگا تا رہا۔ دن کو روزہ رکھتا' رات کو جاگتا' کسی سایہ کے نیچے آرام نہ کرتا' نہ کوئی عمدہ غذا کھاتا' جب وہ مر گیا۔ اس کے بعض بھائیوں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے فرمایا کہ خدا نے میرا احساب لیا پھر سب گناہ بخش دیئے مگر ایک لکڑی سیچو میں نے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دانتوں میں خلال کیا تھا اس کے سبب میں آج تک جنت سے محبوس ہوں یعنی روکا گیا ہوں۔ میں کہتا ہوں حدیث شریف میں اس کی تائید آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں مخفی رکھا ہے (۱) اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں مخفی رکھا اور (۲) اپنی ناراضگی کو بے فرمانی اور (۳) اپنے اولیاء کو اپنے بندوں میں' تو ہر اطاعت اور ہر نیکی کو عمل میں لانا چاہئے کہ معلوم نہیں کس نیکی پر وہ راضی ہو جائے اور ہر بدی سے بچنا چاہئے کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ کس بدی پر ناراض ہو جائے' خواہ وہ بدی کیسی ہی صغیر ہو۔ مثلاً کسی کی لکڑی کا خلال کرنا ایک معمولی سی بات ہے یا کسی ہمسایہ کی مٹی سے اسکی اجازت کے بغیر ہاتھ دھونا گویا ایک چھوٹی سی بات ہے مگر چونکہ ہمیں معلوم نہیں اس لئے ممکن ہے کہ اس برائی میں حق تعالیٰ کی ناراضگی مخفی ہو تو ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی بچنا چاہئے۔

حضرت حارث محاسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کیال جو کہ غلہ جات کا ماپنے والا تھا۔ اس نے اس کام سے توبہ کی اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بعض احباب نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ میرے ماپ میں (یعنی اس ٹوپہ میں جس سے میں غلہ ماپتا تھا) کچھ مٹی سی بیٹھ گئی تھی' جس کا میں نے کچھ نہ کیا' تو ہر ٹوپہ ماپنے کے وقت بقدر اس مٹی کے کم ہو جاتا تھا۔ تو میں اس قصور کے سبب معرض عتاب میں ہوں۔ اسی طرح ایک شخص اپنی ترازو کو مٹی وغیرہ سے صاف نہیں کرتا تھا' اسی طرح چیز تول دیتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو اس کو قبر میں عذاب شروع ہو گیا یہاں تک کہ لوگوں نے اس کی قبر میں سے چیخنے چلانے کی آواز سنی تو بعض صالحین نے اس کیلئے دعائے مغفرت کی تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کے عذاب کو دفع کیا۔

ابو میسرہ فرماتے ہیں کہ ایک میت کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا اور اس سے آگ کے شعلے ظاہر ہوئے تو مردہ نے پوچھا کیوں مارتے ہو؟ فرشتوں نے کہا کہ تو ایک مظلوم پر گذرا' اس نے تجھ سے استغاثہ کیا' مگر تو نے اس کی فریاد رسی نہ کی اور ایک دن تو نے بے وضو نماز پڑھی۔ شریح قاضی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ تم رشوت سے بچا کرو کہ رشوت حکیم کی آنکھ کو اندھا کر دیتی ہے۔ امام حسن بصری علیہ الرحمۃ جب کسی حاکم کو دیکھتے کہ وہ مساکین پر کچھ صدقہ کرتا ہے تو آپ فرماتے، اے صدقہ دینے والے! تو نے جس پر ظلم کیا ہو اس پر رحم کر اور اس کی دادرسی کر کہ یہ کام صدقات سے بہت بہتر ہے۔

میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی پر ظلم کرے پھر اس گناہ سے نجات حاصل کرنا چاہئے' تو چاہئے کہ ہر نماز کے بعد اس شخص کے حق میں دعائے مغفرت کرے' تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردے گا۔ میں کہتا ہوں، یہ اس صورت میں ہے کہ وہ مظلوم فوت ہو جائے اور اگر زندہ ہو تو اس سے معاف کرائے۔ میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ بعض اوقات نمازی' نماز میں اپنے آپ پر لعنت کہتا ہے اور وہ جانتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ وہ پڑھتا ہے، الا لعنة اللّٰہ علی الظلمین کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت اور وہ خود ظالم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے نفس پر بسبب گناہوں کے ظلم کیا ہوتا ہے اور لوگوں کے اموال ظلماً اس نے لئے ہوتے ہیں اور کسی کی بے عزتی کی ہوتی ہے تو الا لعنة اللّٰہ علی الظلمین اس کو بھی شامل ہوتی ہے۔

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو ڈرتا نہیں ایسے دن میں ظلم کرتا ہے جس دن قیامت قائم ہوگی اور جس دن تیرا باپ آدم علیہ السلام پیدا ہوا۔

احمد بن حرب فرماتے ہیں کہ دنیا سے کئی قومیں کثرت حسنات کے ساتھ غنی نکلیں گی اور قیامت میں مفلس ہوں گی اور حقوق العباد میں سب حسنات کھو بیٹھیں گے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں، اگر تو ستر گناہ اپنے خالق کیلئے ہوئے خالق کے دربار میں پیش ہو تو اس سے بہتر ہے کہ تو ایک مخلوق کا گناہ لے کر جائے یعنی حقوق العباد میں سے ایک گناہ خدا تعالیٰ کے ستر گناہ سے بہت بڑا ہے۔

پیارے ناظرین! غور فرمائیں کہ بزرگانِ دین رحمہم اللہ کو حقوق العباد کا کس قدر خوف تھا۔ تو ہمیں بھی چاہئے کہ ان بزرگوں کے اتباع میں حقوق العباد سے بچتے رہیں اور حتی الوسع اپنی حیاتی میں حقوق العباد کی نسبت اپنا معاملہ صاف کر لینا چاہئے۔

قیامت کا ڈر

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں سے تھا کہ وہ جب قیامت کے ہولناک حالات سنتے تھے تو بہت ڈرتے تھے اور جب قرآن شریف سنتے تھے تو انہیں غشی ہو جاتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز یہ آیت پڑھی (ترجمہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور آگ ہے اور کھانا ہے گلے میں اٹکنے والا اور عذاب ہے دُکھ دینے والا' تو حمران بن اعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن رہے تھے۔ یہ آیت سنتے ہی غش کھا کر گرے اور وفات پا گئے۔

ایک دفعہ یزید رقاشی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اے یزید! مجھے کوئی نصیحت کر۔ یزید نے فرمایا، اے امیر المؤمنین! تو وہ پہلا خلیفہ نہیں جو مرے گا یعنی تجھ سے پہلے خلفاء بھی فوت ہو گئے اور تو بھی فوت ہو جائے گا۔ خلیفہ عمر نے رونا شروع کیا اور فرمایا کہ کچھ اور فرمائیے۔ یزید نے کہا کہ تیرے اور آدم علیہ السلام کے درمیان تیرے آباء میں سے کوئی زندہ نہیں ہے۔ پھر خلیفہ روئے اور بہت روئے اور فرمایا اور فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی تیسرا مقام نہیں۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز روئے اور غش کھا کر گر پڑے۔

حسن بن صالح علیہ الرحمۃ ایک بار اذان دیتے ہوئے جب آپ نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو غش کھا کر گر پڑے۔ لوگوں نے ان کو منارہ سے اُتارا۔ ان کے بھائی نے اذان دی اور نماز پڑھائی اور حسن بے ہوش تھے۔ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح سے بڑھ کر خشوع و خضوع والا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ ایک رات صبح تک سورۂ عم یتساء لون کا ہی تکرار کرتے رہے۔ سورۂ مذکور پڑھتے تو غش ہو جاتا' جب افاقہ ہوتا تو پھر وضو کرتے پھر پڑھتے پھر غش ہو جاتا۔ اسی طرح کرتے کرتے آپ نے صبح کر دی۔

داؤد طائی علیہ الرحمۃ نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے کسی عزیز کی قبر پر رو رہی تھی اور کہتی تھی، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ قبر کے کیڑے نے تیرے کس رُخسارہ کے کاٹنے میں ابتداء کی۔ داؤد یہ الفاظ سن کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ سورۂ اذا الشمس کورت کو پڑھنا شروع کیا' جب و اذا الصحف نشرت پر پہنچے تو غش کھا کر گر پڑے اور زمین پر بہت دیر تک لیٹے رہے۔

جو لوگ حضرات صوفیہ کے وجد و حال پر استہزاء کرتے ہیں وہ ان روایات پر غور کریں اور شیطانی وسوسوں سے باز آئیں۔

ربیع بن خثیم علیہ الرحمۃ نے ایک قاری کو سنا وہ پڑھ رہا تھا اذا رایتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیظ وزفیرا آپ سنتے ہی بے ہوش ہو کر گرے۔ لوگ ان کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ آپ کی نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء فوت ہوگئی کیونکہ آپ بے ہوش تھے اور آپ ہی اپنے محلّے کے امام تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ پڑھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔

حضرت وہب بن منبہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام جب اپنی لغزش یاد کرتے تو آپ کو غشی ہو جاتی اور آپ کے دل کی آواز ایک میل تک سنائی دیتی۔ ایک دن جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، (ترجمہ) کیا تو نے کوئی دوست دیکھا ہے جو اپنے دوست سے ڈرتا ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا (ترجمہ) جب مجھے اپنی لغزش یاد آتی ہے تو خلت بھول جاتی ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ نے ایک دن نماز پڑھائی تو آپ نے سورۂ یٰسین تلاوت کی۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ھم جمیع لدینا محضرون تو ان کا لڑکا علی بے ہوش ہو کر گرا اور سورج طلوع ہونے تک اس کو افاقہ نہ ہوا۔ علی بن فضیل جب کوئی سورت پڑھنے لگتے تو اسے ختم نہ کر سکتے اور سورۃ القارعہ تو سن ہی نہیں سکتے تھے۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کا باپ فضیل ہنسا۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا، اللہ نے اس کی موت کو پسند کیا تو اللہ کے پسند کرنے کیلئے میں نے پسند کیا۔

میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ پڑھ رہا تھا وان جھنم لموعدھم اجمعین یہ سن کر آپ نے چیخ ماری اور سر پر ہاتھ رکھ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔

امام حسن بصری علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہنس رہا ہے۔ فرمایا اے جوان! کیا تو پل صراط سے گزر چکا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا ٹھکانہ جنت ہے یا دوزخ؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر یہ ہنسنا کیسا ہے؟ پھر وہ شخص کبھی ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ سری سقطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ہر روز اپنی ناک کو کئی بار دیکھتا ہوں اس خوف سے کہ میرا منہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔

(اللہ اکبر) یہ ہیں پیشوائے دین ...... اللھم اجعلنا منھم۔

زرارہ بن ابی اوفے نے فجر کی نماز پڑھی اور جب یہ آیت پڑھی فاذا نقر فی الناقور تو بے ہوش ہو کر گرے۔ جب آپ کو اٹھایا گیا تو میت پائے گئے۔ بعض سلف جب آگے دیکھتے یا چراغ جلاتے تو جہنم کو یاد کر کے صبح تک روتے رہتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پوچھا گیا کہ خائفین کون ہیں؟ فرمایا جن کے دل بسبب خوف ایک پھوڑا سا بن گئے ہیں اور ان کی آنکھیں روتی ہیں اور وہ کہتے ہی کہ جب موت ہمارے پیچھے ہے اور قبر ہمارے آگے اور قیامت ہمارے لئے وعدہ کی جگہ اور جہنم ہمارے لئے راستہ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے' پھر ہم کیسے خوش ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جانور کو دیکھ کر فرمایا، کاش میں پرندہ ہوتا (تو عذاب سے مامون ہوتا) اور بشر نہ ہوتا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میں درخت ہوتا' جو کاٹا جاتا۔

دوستو! سلف صالحین کی طرف خیال کرو۔ وہ کس قدر خوفِ الٰہی رکھتے تھے۔ اب تم اپنے خیالات پر غور کرو۔ کیا تمہیں کبھی آیات عذاب سن کر رونا آیا ہے' کبھی خوفِ الٰہی سے غش ہوا ہے' کبھی کلامِ الٰہی سن کر تمہارے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں' اگر نہیں تو قساوت قلبی کا علاج کرو اور کسی اللہ کے مقبول کی غلامی اختیار کر کے اس سے اپنے امراضِ باطنیہ کا علاج کراؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے شفا خانہ حقیقی سے تجھے شفاء عنایت کرے گا اور ضرور کرے گا کہ اس کا وعدہ سچا ہے۔

تمت بالخیر

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جذبہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کائنات عالم میں عشق ومحبت کی نہ جانے کتنی داستانیں بکھری پڑی ہیں۔تاریخ اپنی آغوش میں ہزاروں ارباب محبت کوسمیٹے ہوئے ہے شعبہ محبت میں عشاق کی ایک طویل فہرست نظر آئے گی' مگراس میں سے عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اپنے اندر ایک انفرادی شان نمایاں حیثیت اور جداگانہ انداز لئے ہوئے ہے۔اصحابِ رسول کی زندگی سے محبت کی صحیح تعبیر ہوتی ہے ان کی لافانی محبت آج بھی تاریخ کے زریں صفحات پرسنہرے حرفوں میں ثبت ہے اوراس کی تابناک حقیقت کوغیر بھی سراہتے ہیں ان کی زندگی عشق رسول کا ایک ایسا مرقع ہے' جس کے سامنے غیروں کی گردنیں بھی عقیدت مندانہ انداز سے خم ہیں۔ صدیق اکبر ہوں یا فاروق اعظم' عثمان ذوالنورین ہوں یا علی المرتضیٰ' عشرہ مبشرہ ہوں یا دیگر صحابہ' ہرایک کے دل سے محبتِ رسول کے سوتے پھوٹتے ہیں۔محبت کرنے والوں کی اس مقدس جماعت نے عشق ومحبت کی صحیح صورت کائنات کے سامنے پیش کرکے کتاب محبت میں ارباب محبت کیلئے ایک نئے باب کا اِضافہ کیا ہے۔اس اجمال کی مختصرسی تفصیل انکی زندگی کے آئینہ میں دیکھی جائے تواستعارہ کنایہ کے حجابات اُٹھ جائیں گے اوران کے جذبہ عشق رسول کی مقدس داستان اُبھرکرسامنے آجائے گی۔

فرزند صدیق اکبر، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ بدر میں مشرکین مکہ کے ہمراہ کفارِ قریش کی طرف سے لشکرِ اسلام سے زورآزمائی میں مصروف تھے۔مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ایک روز شفیق باپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں پدر بزرگوار! جنگِ بدرمیں ایک ساعت ایسی بھی آئی کہ آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے اگر میں چاہتا تو بڑی آسانی سے آپ کو تہ تیغ کرسکتا تھا لیکن رِشتہ ابوت نے میری کلائی تھام لی اورمیں نے آپ کی طرف سے صرف نظر کرلیا۔صدیق اکبررضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبہ عشق نے انگڑائی لی' محبتِ رسول نے تیور بدلا اور عشق رسول میں ڈوبی ہوئی ایک پرجلال آواز اُبھری، وہ تمہارا کفرتھا جس نے تمہیں پدری رشتہ کی یاد دلائی اورتمہارے جذبہ مبارزت پرخونی رشتہ غالب ہوگیا۔ واللہ! اگر میرے ساتھ یہی معاملہ پیش آتا اور تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو محبتِ رسول غالب آتی اورتلوار اپنا کام کرجاتی۔چشم فلک بھی دیکھ لیتی کہ رسول کی خاطر ایک شفیق باپ نے اپنے چہیتے بیٹے کی گردن اُڑادی۔ (ابن عساکر)

قابل صد احترام ہے جذبۂ صدیقی کہ دل کی گہرائیوں سے اُبھرتا ہے اور کائنات کو انگشت بدنداں کر دیتا ہے۔ صدیقی عشق رسول کی عظمت نرالی شان رکھتی ہے۔ مال اپنا ہوتا ہے مگر محبت کہتی ہے اسے اپنا نہ کہو! اپنا تو صرف محبوب ہے۔ بقیہ سب کچھ محبوب کا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے اس جذبے کی ترجمانی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک روایت کرتی ہے۔ ان کی روایت کے مطابق سیّد کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا، سرمایہ ابوبکر سے زیادہ مجھے کسی کی دولت سے فائدہ نہیں پہنچا۔ سرکار کے اس فرمان سے آتش محبت کو ہوا لگی اور دبی ہوئی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی۔ عشق صدیقی میں ہیجان برپا ہوا اور دریائے محبت بشکل آنسو آنکھوں سے اُبل پڑے' گریہ سامانی کرتے ہوئے عرض کیا، اے میرے آقا! محبوب ومحبّ میں' میرا اور تیرا کیسا' میں بھی آپ کا اور میرا سب کچھ آپ کا' بہت پہلے ابوبکر کا تن من دھن سب آپ پر قربان ہو چکا ہے' اب ابوبکر کا حال کیسا؟ (احمد)

اللہ! اللہ! یہ ہے محبتِ صدیقی کہ مال اپنا ہے' مگر محبت کہتی ہے کہ اسے میرا نہ کہا جائے' اگر محبوب بھی اس کو ابوبکر کا مال کہیں گے تو صدیق کا آبگینہ دل ٹوٹ جائے گا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ رضائے رسول اور عشق مصطفیٰ (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) میں گزرتا تھا۔ آپ کی پسند و ناپسند سے بھی ہم آہنگ ہوئی تھی۔ اس کا اندازہ ہم کو اس سے ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا ایمان قبول کرنا' رسول کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور تھا اور دائرۂ اسلام میں ان کا داخلہ رسول کی مسرت و شادمانی کا سبب اور انبساط و خوشی کا باعث تھا۔ سرکار آرزو فرماتے تھے کہ کاش چچا ابو طالب دولتِ ایمان سے ہمکنار ہو جائیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالی عنہ پر جب یہ حقیقت منکشف ہوئی تو بارگاہِ رسالت میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! قسم ہے اس ذات وحدہ لاشریک کی' جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ ابو طالب کا شرف ایمان سے مشرف ہونا میرے لئے میرے والد ابو قحافہ کے دائرۂ اسلام میں آنے اور غلامی رسول قبول کرنے سے زیادہ عزیز و محبوب ہے کیونکہ مجھے وہی محبوب ہے جو سرکار کو محبوب ہے' مجھے وہی پسند ہے جو سرکار کو پسند ہے' میری ساری مسرت و شادمانی سرکار کی رضا سے وابستہ ہے' جب ابو طالب کا ایمان قبول کرنا سرکار کو عزیز ہے تو بھلا میں اسے ناپسند کرنے کی جسارت کیسے کر سکتا ہوں۔ (شفا شریف)

یہ تو تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا جذبۂ عشق رسول' اب بالاختصار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی محبت' تاریخ کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کے جذبۂ عشق رسول کی شگفتگی ایسی ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے' ہوشمندی سر پٹک دیتی ہے' خرد کی توانائی دم توڑ دیتی ہے کہ عشق ومحبت کی ایسی دیوانگی تو کہیں نظر نہیں آتی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں حاضر ہیں اور عرض کر رہے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! آپ مجھے میری عزیز جان کے علاوہ کائنات کی ہر نعمت سے زیادہ عزیز ہیں۔ ارشاد ہوا، لن یومن احدکم حتی اکون احب الیه من نفسه تم میں سے کوئی مومن کامل ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ عمر ابھی تمہاری محبت نامکمل ہے' اس میں کمال پیدا کرو۔ ارشادِ نبی نے گردنِ فاروقی خم کردی۔ اب عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! اب تو آپ مجھے میری عزیز جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ (شفا شریف)

انسان کو ماں، باپ، اولاد، عزیز واقارب اور خونی رشتوں سے بڑی محبت ہوتی ہے اور اپنی جان تو ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے۔ دنیا میں جان سے زیادہ کوئی شئے پیاری نہیں ہوتی مگر جذبۂ فاروقی نے رسول کیلئے والدین سے منہ پھیرلیا' اولاد کو ٹھوکر ماردی' عزیز واقارب اور خونی رشتوں سے ناتا توڑ لیا' حتیٰ کہ جان جیسی عزیز شے بھی محبوب کے قدموں میں ڈھیر کردی۔ یہ تمام چیزیں تو سرکار کے قدموں کی خاک ہیں اور یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! میرے لئے عزیز ومحبوب تو صرف آپ ہیں۔ ہے کوئی دشت محبت کا شہسوار! جو اس کی نظیر پیش کر سکے۔ مجنوں اور فرہاد جیسے عشق ومحبت میں مارے ہوئے آزمودہ کار بھی محبتِ فاروقی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کریں۔

عشقِ فاروقی کا ایک اور منظر بھی قابل دید ہے۔ آپ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہیں اور جوشِ محبت میں اس کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں، تو ایک پتھر ہے' تجھے میں نفع وضرر کی صلاحیت نہیں' تیری ذات سے میرے لئے کوئی منفعت ومضرت نہیں' میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا، اگر میری آنکھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا' میں تجھے اسلئے چومتا ہوں کہ تجھے محبوب کے لب ہائے مقدس مس ہوئے ہیں' نسبتِ رسول کی وجہ سے تجھے چوم رہا ہوں۔ (شفا شریف)

محبتِ فاروقی کی جلوہ سامانی کا ایک اور دل کش پہلو بھی قابل دید ہے۔ آپ نے مقام ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کر کے فرمایا، میری نگاہوں نے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو جو کرتے ہوئے دیکھا' میں نے بھی وہی کیا۔ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی تھی۔ عشق نے مجبور کیا کہ عمر تم بھی یہاں اپنا سجدہ لٹاؤ۔ اس لئے اس دو رکعت کی ادائیگی ہوئی ہے۔ (شفا شریف)

مختصر یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی محبتِ رسول بھی راہِ محبت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبۂ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ تراشے پیش ناظرین ہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف کعبہ کی اجازت دے دی۔ عثمان! اگر تم چاہو تو صرف تمہارے لئے اجازت ہے، تم کعبہ کا طواف کر سکتے ہو مگر تمہارے رسول اور رفقاء اجازت سے مستثنیٰ ہیں۔ طوافِ کعبہ ایک عظیم عبادت ہے، نصیب والوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خوش بختی ہے کہ انہیں طواف کی اجازت مل رہی ہے، انہیں طواف کر لینا چاہئے مگر محبت کہتی ہے کہ محبوب نے ابھی طواف نہیں کیا ہے، تم طواف کرو گے؟ نہیں نہیں! بغیر محبوب کے طواف کرنے کا قصد بھی نہ کرنا، محبت کی اس آواز پر انہوں نے قریش کو جواب دیا، میری غیرت ایمانی یہ گوارہ نہیں کر سکتی کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے میں طواف کر لوں، میں اس وقت تک ہرگز طواف نہیں کر سکتا جب تک کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف نہ فرمالیں۔ (شفا شریف)

عثمانی عشق و محبت کی ایک اور روایت سے کائنات دل کو معمور کر لیجئے۔ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو سہلہ کا بیان ہے کہ ایک بار ہم نے دیکھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرگوشی فرما رہے ہیں۔ آپ کے گوش اقدس میں کچھ ایسی باتیں پہنچیں، جس سے آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ شگفتہ چہرہ پژمردہ ہو گا۔ پھر ایک زمانہ کے بعد وہ مہیب ساعت آئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوائیوں نے ان کے کاشانہ اقدس میں محصور کر دیا۔ ہم نے آپ سے عرض کیا، اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے، پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے، اب ان کی سرکوبی کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا، مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میرے آقا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھے مقابلہ کی نہیں بلکہ صبر و شکر کی وصیت فرمائی ہے۔ (بیہقی)

قابل توجہ ہے یہ امر کہ جان خطرے میں ہے، کھانا پانی بند ہے، گھر سے باہر قدم نہیں نکال سکتے، جان کو عظیم خطرہ لاحق ہے۔ آپ کو حکم دے دینا چاہئے تھا کہ ہاں ہاں! ان بلوائیوں کو روند ڈالو، صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دو، مگر آپ ایسا کرنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ محبت کہتی ہے کہ چاہے جان چلی جائے مگر محبوب کی وصیت پر آنچ نہ آنے پائے۔ آپ کا یہ جذبۂ عشق ہی تھا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک اشارہ پر آپ اونٹوں کی ایک کثیر جماعت، دیناروں کے کھنکتے ہوئے ہزاروں سکے، مسجد نبوی کی تعمیر کیلئے زمین اور بیر رومہ خرید کر قدم مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں بچھا دیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

غرض کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی بھی عشق رسول کا گلدستہ ہے۔

مولائے کائنات حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی حیاتِ طیبہ بھی عشق رسول سے معمور ہے' ان کا ایک ہی فرمان اتنی جامعیت کا حامل ہے کہ محبت کے تمام شعبے اس میں سمٹ آتے ہیں۔ آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ حضرات رسولِ خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کس انداز کی محبت کرتے تھے' آپ کے جذبہ عشق کے کیا تیور ہوئے تھے؟ ارشاد فرمایا، لوگوں کو اپنا مال بہت عزیز ہوتا ہے مگر ہم رسول کے سامنے مال کو ٹھوکر مارتے تھے۔ اپنی اولاد سے سب کو بے پناہ پیار ہوتا ہے مگر ہماری اولاد رسول کی محبت کی بھینٹ چڑھتی تھی۔ والدین سے یک گونہ محبت ہوتی ہے' مگر محبتِ رسول کے سامنے والدین کی محبت بھی دم توڑتی نظر آتی ہے۔ سخت پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی جتنا محبوب ہوتا ہے' اس کا اندازہ ایک پیاسا ہی کر سکتا ہے۔ مگر شدت تشنگی میں ہم سے پوچھا جائے کہ رسول کو اختیار کرتے ہو یا فرحت بخش ٹھنڈے پانی کو' تو قسم ہے خدئے وحدہ لاشریک کی! ہم سکون بخش ٹھنڈے پانی کو ٹھوکر مار کر اپنی جان قربان کر دینگے مگر ہم یہ کبھی گوارہ نہیں کر سکتے کہ رسول کو چھوڑ کر سرد پانی کی طرف نگاہ اُٹھائیں۔ (شفا شریف)

خلفائے راشدین کے بعد دیگر صحابہ کی داستان عشق بھی ذہن نشین کرتے چلئے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہم اگروہِ صحابہ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کا پیر سُن ہو گیا ہے' آپ سے کہا گیا کہ کائنات میں جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہو' اس کو پکاریئے' مرض سے نجات مل جائیگی۔ آپ نے فوراً پکارا، یا محمداہ! پکارتے ہی پیر دُرست ہو گیا۔ (نزہۃ الناظرین)

حاضرین کے ذہن میں خونی رشتوں کی ایک طویل فہرست اُبھر آئی ہو گی لیکن آپ نے سب کو پس پشت ڈال دیا اور صرف رسول کو پکار کر یہ اعلان کر دیا کہ پوری کائنات میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں۔

ایک مقام پر آپ کی محبت دیوانگی کے روپ میں نظر آتی ہے۔ آپ کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار ہے اور اونٹ کو کبھی اس گلی میں لے جاتے ہیں اور کبھی اس گلی میں لے جاتے ہیں' کبھی اس گلی کو گزر گاہ بناتے ہیں' کبھی ادھر کا رخ کرتے ہیں' کبھی ادھر کا۔ ان سے سوال کیا گیا، حضور والا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ارشاد فرمایا، یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم' میں تو اتنا جانتا ہوں کہ ایک روز میں نے اپنے آقا (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کو اسی انداز میں دیکھا تھا' محبت نے مجبور کیا کہ عبداللہ! محبوب کی اداؤں کو دھراؤ اور میں سرکار کی اداؤں کی نقل کرنے لگا۔ (شفا شریف)

جولوگ آداب محبت سے بیگانہ ہیں۔ عشق کے تقاضوں سے نا آشنا ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زندگی کا ایک ایک گوشہ انہیں دعوتِ فکر دیتا ہے۔ آپ اکثر و بیشتر منبر رسول کے پاس کھڑے ہوتے اور منبر رسول پر رسول کے تشریف فرما ہونے کی جگہ ادب سے ہاتھ رکھتے اور پھر اسے اپنے چہرے پر مل لیتے تھے۔ (شفا شریف)

عقل کہتی ہے کہ ایک منبر کی کیا حیثیت ہے! لکڑی کا ڈھانچہ ہے' ادنیٰ حقیقت رکھتا ہے' جب وہ خود مقدس نہیں' تو اس سے تقدس کیسے حاصل ہوگا۔ مگر محبت کہتی ہے کہ اسے رسول کے مقدس جسم سے نسبت ہے' مقدس سے نسبت رکھنے والا بھی مقدس ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی چیزوں سے تقدس حاصل کرو۔ محبت رسول میں آپ کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ ہمیشہ دباغت شدہ اور زرد رنگ کا کالا جوتا پہنتے تھے کیونکہ آپ نے سرکار کو ہمیشہ ایسے ہی نعلین میں دیکھا تھا۔ (شفا شریف) محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چلتی پھرتی چیزوں میں بھی محبوب کی پسند کو مدنظر ہونا چاہئے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ عشق بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ ان کی دیوانگی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کے کاشانہ اقدس پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کے دوران میں گھر کے اندر جو کچھ پکتا سب رسول کی بارگاہ میں پیش ہوجاتا۔ سرکار اس میں سے حسب اشتہا تناول فرمالیتے تھے' جب بچا ہوا کھانا گھر پہنچتا تو رسول کے متوالوں کا حال قابل دید ہوتا تھا۔ عشق رسول میں سرشار خاندان کھانے میں رسول کے نشان انگشت تلاش کرکے وہیں سے لقمہ لینے کی کوشش کرتا تھا۔ ایک روز بارگاہِ رسالت سے کھانا واپس آیا' نشانہائے انگشت کی تلاشی مگر ایک نشان بھی نہ ملا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں مضطربانہ عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آج آپ نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔ خدانخواستہ طبیعت تو ناساز نہیں ہے؟ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کھانا نہ کھانے کا سبب یہ ہے کہ آج کھانے میں کچا لہسن پڑا ہوا ہے اور کچا لہسن مجھے پسند نہیں۔ عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جب آپ کو کچا لہسن پسند نہیں تو میں بھی آج سے کبھی کچا لہسن استعمال نہیں کروں گا اور پھر انہوں نے اپنی زندگی کے آخیر لمحہ تک کچے لہسن کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ (جواہر البہار شریف)

عشق و محبت کی یہی وہ منزل ہے جہاں کھری کھوٹی محبت بے نقاب ہوجاتی ہے عقل کہتی ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ کھانے پینے کے معاملہ میں اپنی پسند کو رسول کی پسند کا پابند کیا جائے اور محبت کہتی ہے کہ وہ عقل والوں کا شیوہ ہوگا' اہل محبت کا انداز فکر تو یہ ہے کہ محبوب کی ناپسند کی طرف نگاہ اُٹھانا بھی توہین محبت ہے۔ لہسن حرام نہیں' ناجائز نہیں' اس کے استعمال میں کوئی شرعی قباحت نہیں مگر جب محبوب نے اسے ناپسند فرمادیا تو محب کیلئے اس کا استعمال نازیبا ہے۔

حضرت زید ابن وشنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والہانہ محبت بھی تاریخ کے سینے میں ایک تابناک حیثیت رکھی ہے۔ جب شہید کرنے کیلئے ان کو حدودِ حرم سے باہر نکالا گیا اور وہ مقتل میں پہنچے تو ابوسفیان ابن حرب نے کہا، زید اس وقت تو تمہارے دل میں یہ خواہش کروٹ لے رہی ہوگی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمہاری جگہ ہوتے' ان کی گرن زدنی ہوتی اور تم اپنے اہل وعیال میں مصروف عیش ہوتے۔ محبت رسول کا متوالا تڑپ اُٹھا' حضرت زید مضطرب ہوگئے' ارشاد فرمایا، ابوسفیان اپنے پیشواؤں سے متعلق تمہارا یہ طریقہ فکر ہوسکتا ہے مگر میں تو یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ رسول کسی ایسی جگہ تشریف رکھیں' جہاں آپ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے خاندان میں آرام پذیر رہوں۔ قسم ہے خدائے ذوالجلال کی! ہمیں سر کٹا دینا محبوب ہے مگر یہ گوارہ نہیں کہ آقا کے قدم میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ اس ناقابل تردید حقیقت کو دیکھ کر ابوسفیان نے بھی بے ساختہ کہہ دیا، اصحابِ محمد (ﷺ) جس انداز کی محبت' محمد (ﷺ) سے کرتے ہیں ہم نے کسی کو بھی کسی سے بایں انداز محبت کرتے نہیں دیکھا۔ (شفا شریف)

بروایت شفا شریف حضرت عمر ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کائنات کی کوئی نعمت عزیز ومحبوب نہیں۔

سیّد کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت بھی اپنے اندر ایک ندرت لئے ہوئے ہے۔ رسول سے جدائی آپ کیلئے ناقابل برداشت ہوتی تھی۔ اگر کبھی رسول کو نہ دیکھتے تو بے قرار ہوجاتے تھے۔ ایک روز بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عجیب انداز سے حاضری دیتے ہیں۔ چہرے کا رنگ اُڑا ہوا ہے' حالت خستہ ہے' بشرے سے حزن وملال پھوٹ رہا ہے۔ سرکار نے فرمایا، ثوبان! آج تمہارا انداز کیوں بدلا ہوا ہے' خیریت تو ہے' چہرا اُترا ہوا کیوں نظر آرہا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے کوئی شکایت نہیں ہے' میں کسی مرض کا شکار نہیں ہوں' مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے' صرف یہ درد مجھے ستا رہا ہے کہ آقا کی زیارت نہیں ہو پاتی۔ جب دیدار کی تڑپ رہتی ہے' دل بے قرار ہوتا ہے تو مضطربانہ حاضری کا شرف حاصل کرتا ہوں۔ مگر اے میرے آقا! یہاں تو زیارت کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آتی ہے۔ آخرت کا خوف دامن گیر ہے کہ وہاں سرکار انبیاء کرام کے ساتھ مقام رفیع میں جلوہ فرما ہوں گے اور خوش نصیبی سے اگر جنت میرے حصہ میں آئی تو ادنیٰ مقام پر میں محدود رہوں گا اور اگر خدانخواستہ جنت ہی سے محروم ہوگیا تو پھر آقا کی زیارت کے شرف کی کیا صورت ہوگی؟ دونوں صورتوں میں آپ کی زیارت سے ہمیشہ محرومی رہے گی۔ یہی فکر مجھے مبتلائے وحشت کئے ہوئے ہے' اس فکر میں دُبلا ہوتا جا رہا ہوں' محبت کے ماورں کی آرزو پوری نہ ہو' یہ کیسے ہوسکتا ہے' عشق ومحبت کی یہ آہ باب اجابت تک پہنچ گئی اور وہاں سے فوراً پیام مسرت بھی آگیا: (ترجمہ) خدا اور رسول کے اطاعت شعار' بارگاہِ خداوندی کے انعام یافتہ نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ہمراہ ہونگے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا کا یہ پیغام سنا دیا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں' یہاں ساتھ ہو تو تمہاری محبت وہاں بھی تمہیں میری ہمراہی میں رکھے گی۔ (نزہۃ الناظرین)

جس صحابی پر نظر ڈالو وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جاں نثار نظر آتا ہے۔ ہمیں کوئی بھی ایسا نہیں ملتا جس کے اندر جذبہ محبت کی کارفرمائی نہ ہو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ عشق ملاحظہ ہو۔ آپ اپنی ٹوپی میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک عقیدت ومحبت سے رکھتے تھے۔ ایک موقع پر عین جنگ میں ٹوپی سے سر گرگئی۔ عقیدت بھرا دل تڑپ اُٹھا۔ ٹوپی میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں' کہیں اس پر کسی کا پیر نہ پڑ جاوے' اگر ایسا ہوگیا تو پھر عقیدت کی بڑی رُسوائی ہوجائیگی۔ فوراً کسی خطرے کی پرواہ کیئے بغیر جنگ کی طرف توجہ ہٹا کر باز کی طرح ٹوپی پر جھپٹے اور عقیدت سے ٹوپی کو سر پر رکھ لیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کے اس فعل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور تنقیداً کہہ بھی دیا، خالد یہ کہاں کی ہوش مندی ہے کہ ایک معمولی سی ٹوپی کیلئے اپنے کو خطرات کے حوالہ کردیا جائے۔ آپ نے فرمایا، ٹوپی کی وجہ سے یہ فعل مجھ سے سرزد نہیں ہوا بلکہ یہ محبت بھری حرکت تعظیمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے ہوئی ہے۔ میری معمولی ٹوپی میں رسول کے گراں قدر موئے مبارک تھے میں نے سوچا موئے مبارک کی کہیں بے حرمتی نہ ہوجائے' کہیں اس کی برکت مجھ سے سلب نہ ہوجائے۔ اس لئے جذبہ محبت نے اس حرکت پر مجبور کیا۔ موئے مبارک کی کہیں بے حرمتی نہ ہوجائے' لہٰذا موئے مبارک کی حرمت کے تحفظ کیلئے میں ٹوپی پہ جھپٹ پڑا۔ (شفا شریف)

محبت بلالی آواز دیتی ہے۔ اب ذرا اس کی طرف اپنی توجہ مبذول کیجئے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت بیمار ہیں بچنے کے آثار مفقود ہوچکے ہیں قریب مرگ ہیں۔ عالم جانکنی کو دیکھ کر ان کی بیوی تڑپ اُٹھیں اور ان کی غم میں ڈوبی ہوئی آواز اُبھری واحزناہ ہائے حزن وملال کہ رفیق زندگی ساتھ چھوڑ رہا ہے' میری کائنات اُجڑ رہی ہے' گوش بلال میں یہ درد بھری آواز پہنچی تو آپ نے فوراً اس کی تردید کی۔ غم کی کیا بات ہے واطرباہ وائے خوشیوں کا ہجوم کہ کل میں اپنے محبوب، رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی محبوب جماعت کی زیارت کا شرف حاصل کروں گا' یہ تو مقام خوشی ہے نہ کہ غم۔ (شفا شریف)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جذبہ عشق کبھی کبھی ایسی نرالی صورت اختیار کرلیتا تھا کہ دیکھنے والے عش عش کر کے رہ جاتے تھے۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر میں پیشانی کے اوپر بالوں کا ایک گچھا رہتا تھا۔ جب وہ اسے کھول کر اس میں کنگھا کرتے تو بالوں کی لٹ زمین بوس ہوجاتی تھی۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ اسے کٹا کیوں نہیں دیتے' کیا اس کی بقا میں کوئی حکمت پوشیدہ ہے؟ انہوں نے کہا، سبحان اللہ! انہیں کٹانے کا مشورہ دیا جارہا ہے ان بالوں سے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک مس ہوئے ہیں' یہی تو میرے لئے سرمایہ آخرت ہیں' میں انہیں کٹانے کی جسارت کیسے کرسکتا ہوں۔ (شفا شریف)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جذبہ عشق رسول کے چند اور تراشے پیش قارئین ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیالے میں کدو تلاش کر رہے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر کدو تناول فرما رہے ہیں۔ سمجھ گئے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو غایب درجہ مرغوب ہے۔ اسی دن سے وہ بھی کدو کو پسند فرمانے لگے اور ان کیلئے کدو جیسی محبوب و مرغوب غذا کوئی نہ رہی۔ (شفا شریف)

حضرت امام حسن بن علی، حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک مقدس جماعت حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور حاضر ہوئی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آج آپ ایسا کھانا بنائیے جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرغوب تھا تاکہ ہم بھی اسے اپنی مرغوب غذا بنالیں۔ (شفا شریف)

یہ تو انفرادی انداز سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جذبہ محبت پیش ہوا۔ اب اجتماعی روپ میں ان کی دیوانگی کا سوز گداز ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت اسحاق تجیبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اصحابِ رسول انتہائی خشوع کے ساتھ ذکر رسول کرتے تھے اور بوقتِ ذکر ہیبت سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور وہ محبتِ رسول میں اکثر گریہ سامانی کرتے تھے۔ (شفا شریف) یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے کہ محبوب کا ذکر تعظیم و توقیر سے کیا جائے اور توقیر رسول کو ایمانی جزو سمجھا جائے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احترام محبوب میں، بابِ رسول پر اپنے ناخنوں سے دستک دیتے تھے تاکہ سماعت محبوب پر گراں نہ گرے۔ (شفا شریف)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی نگاہوں سے دیکھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے موئے مبارک اُتروا رہے ہیں اور عاشقان رسول موئے مبارک کے حصول کیلئے پروانہ وار آپ کا طواف کر رہے ہیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر سے اگر ایک موئے مبارک جدا ہوتا ہے تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پڑتا ہے، ایک بھی بال زمین پر گرنے نہیں پاتا۔ (شفا شریف)

حضرت عروہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے نمائندہ کی حیثیت سے جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے تو دیکھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرمارہے ہیں اور اصحابِ رسول ان کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ رسول کے پروانے چاروں طرف شمع رسالت کا طواف کررہے ہیں' جسم اقدس سے وضو کا پانی جدا بھی ہونے نہیں پاتا کہ پروانے اسے اپنے ہاتھوں میں روک لیتے ہیں کسی نے شوق محبت میں اپنا دامن پھیلا دیا ہے تاکہ وضو کا غسالہ نصیب ہو جائے۔ وارفتگی کا یہ عالم ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پانی کے حصول کیلئے آپس میں لڑ پڑیں گے۔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعابِ دہن زمین پر ڈالتے ہیں' ناک صاف کرتے ہیں مگر یہ جاں نثار اسے بھی زمین تک پہنچنے نہیں دیتے بلکہ درمیان ہی سے اسے اچک لیتے ہیں اور اس کو کوئی اپنے چہرے پر مل رہا ہے' کوئی سینے پر مل رہا ہے' کوئی جسم کے دیگر حصوں کو فیض پہنچا رہا ہے۔ آپ کا کوئی موئے مبارک اگر ٹوٹتا ہے تو یہ دیوانے اس کے حصول کیلئے آپس میں متصادم ہو جاتے ہیں۔ رسول انہیں کوئی حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کیلئے ہر شخص پیش قدمی کرتا ہے اور ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسی کے ہاتھوں یہ کام انجام پذیر ہو۔ جب وہ اپنے رسول کے حضور گفتگو کرتے ہیں تو آواز پست رکھتے ہیں' رسول کی تعظیم وتوقیر بجالانے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ رسول سے آنکھیں نہیں ملاتے' بلکہ نگاہیں نیچی رکھتے ہیں۔ حضرت عروہ ابن مسعود دیوانگان رسول کی یہ دیوانگی دیکھتے جاتے تھے اور حیرت سے ان کی آنکھیں پھیلتی جاتی تھیں اور پھر جب وہاں سے لوٹے تو بارگاہِ رسالت کے عقیدت کیشوں کے والہانہ عشق ومحبت کی چھاپ ان کے دل ودماغ پر کچھ ایسی پڑی کہ قریش کے سامنے اپنے دلی تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اے جماعت قریش! قیصر وکسریٰ کے درباروں کو میں نے دیکھا ہے' نجاشی کے دربار کی عظمت سے میں خوب واقف ہوں' سلاطین عالم کے درباروں کی نخوت سے میری آنکھیں آشنا ہیں' مگر قسم ہے خدائے ذوالجلال کی! بارگاہِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمت ہی نرالی ہے! کسی شہنشاہ کے حواری اس کی تعظیم وتوقیر ویسی نہیں کرسکتے جیسی اصحابِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے رسول کی کرتے ہیں۔ (بخاری شریف)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہی جذبہ عشق رسول ہے کہ تاریخ جس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ غیر بھی ان کے جذبۂ محبت کی بالاتری کو تسلیم کرتے ہیں۔ دشمنوں کے قلب وروح بھی ان کی دیوانگی سے متاثر ہیں۔ اسی جذبہ کو لے کر وہ اُٹھے تو کائنات عالم پر چھا گئے۔ عظمت کائنات ان کی ٹھوکروں میں آگئی۔ دنیاوی فیروزمندی ان کے قدموں تلے بچھ گئی۔

﴿ مولانا محمد احمد اشرفی اعظمی صاحب کے مضمون صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ماخوذ ﴾